ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیماً

الفضل قادیان

ہفتہ میں تین بار

ایڈیٹر غلام نبی

فی پرچہ

The ALFAZL QADIAN.

قیمت سالانہ پیشگی اندرون ہند

قیمت سالانہ پیشگی بیرون ہند ۱۲

نمبر ۱۱۵	مورخہ ۴ اپریل سنہ ۱۹۳۱ء	یوم شنبہ	مطابق ۱۴ ذیقعدہ سنہ ۱۳۴۹ھ	جلد ۱۸

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل ورحم سے بخیر وعافیت ہیں:۔

مجلس مشاورت میں شمولیت کی غرض سے بیرونجات سے جماعت ہائے احمدیہ کے بہت سے نمائندگان اور مہمان تشریف لائے ہیں۔ کانفرنس کا اجلاس انشاء اللہ تعالیٰ بعد نماز جمعہ تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہال میں ہوگا۔ ضروری انتظامات مکمل ہو چکے ہیں۔ امید کی جاتی ہے۔ کہ گزشتہ سالوں کی نسبت اس دفعہ نمائندگان جماعت ہائے احمدیہ اور وزیٹر صاحبان کی تعداد بہت زیادہ ہوگی:۔

۲۔ اپریل بعد نماز عشاء مسجد اقصیٰ میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے ذکرِ حبیب پر ایک اور دلچسپ تقریر فرمائی:۔

غیر مطبوعہ ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

رقم فرمودہ

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ

آخر ربیع الثانی شنبہ ہجر در مجلسے فرمودند:۔

میری تو یہ دُعا ہوتی ہے۔ اللھم ارض عنی رضاءً لا اسخط بعدہ واغفرلی مغفرۃً لا اخذ بعدھا۔ اور فرمایا:۔ دُکھ سُکھ میں ایسی وفاداری ہو۔ کہ لوگ کہہ اُٹھیں۔ السالکون مجانین الرحمٰن جیسے کلوں کی جستجو ہوتی رہے) ویسی ہی رضاء مولیٰ کی طلب ہر آن ہر حال میں رہے۔ خوف ویاس میں پیچھے نہ ہو:۔

اور فرمایا۔ عند الامتحان یکرم الرجل او یھان۔ اور امتحان ہمیشہ ایسی جگہ ہوتا ہے۔ جہاں خامی ہو:۔

مشرکوں کا کام ہے۔ کہ وہ غیر اللہ کو یحبونھم کحب اللہ:۔

صرف رضاء مولےٰ ازہمہ اولےٰ ہو:۔

(از بیاض حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ)

مُلاقات

بخارِ دل حصہ چہارم

از حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب سول سرجن

اس نظم کے تین حصے یعنی یادِ ایام۔ ہجر اور مناجات پہلے شائع ہوچکے ہیں۔ یہ آخری اور چوتھا حصہ ہے جو اب پہلی دفعہ شائع کیا جاتا ہے

(اظہارِ شکر)

اے خوشا وقت۔ کہ پھر وصل کا ساماں ہے وہی — دستِ عاشق ہے وہی۔ یار کا داماں ہے وہی

دل کے آئینہ میں عکسِ رخِ جاناں ہے وہی — مردمِ چشم میں نقشِ شہِ خوباں ہے وہی

ہوگئی دور غمِ ہجر کی کلفت ساری — شکر صد شکر۔ کہ اللہ کا احساں ہے وہی

مژدہ اے جان و دلم پھر وہی ساقی آیا — مے وہی۔ بزم وہی۔ ساغرِ گرداں ہے وہی

مل گئے طالب و مطلوب گلے آپس میں — ربِّ محسن ہے وہی۔ بندۂ احساں ہے وہی

پھر وہی جنتِ فردوس ہے حاصل مجھکو — نخلِ ایماں ہے وہی چشمۂ عرفاں ہے وہی

ذرہ ذرہ میں مرے رچ گیا دلدارِ ازلی — ذکر ہے لب پہ وہی۔ فکر میں پنہاں ہے وہی

آتشِ عشق و محبت کا وہی زور ہے پھر — قلب بریاں ہے وہی۔ دیدۂ گریاں ہے وہی

دیکھتے کیا ہو!۔ کہ اب ایک ہوئے ہیں دونو — چاکِ داماں ہے وہی۔ چاکِ گریباں ہے وہی

پھر اسی تیغِ نظر سے یہ جگر ہے گھائل — طائرِ دل کے لئے ناوکِ مژگاں ہے وہی

روئے تاباں کو مرے یار کے دیکھے تو کوئی — مسکراہٹ ہے وہی چہرۂ خنداں ہے وہی

(وسیلۂ درگاہِ الٰہی)

دوستو مژدہ۔ کہ اک خضرِ طریقت کے طفیل — پھر مرے گھر میں رواں چشمۂ حیواں ہے وہی

اس وسیلہ کے سوا وصل کی صورت ہی نہ تھی — قاصدِ بارگہِ حضرتِ ذیشاں ہے وہی

میرا کیا منہ ہے۔ کہ تعریف کروں اسکی بیاں — مہدیٔ وقت ہے وہ عیسیٔ دوراں ہے وہی

اس کے ملنے سے ہمیں شاہدِ گم گشتہ ملا — آستانہ کا شہِ حسن کے درباں ہے وہی

(حمدِ ذاتِ باری)

میرا محبوب ہے وہ جانِ جہانِ عشاق — اس سے جو دور رہا۔ قالبِ بیجاں ہے وہی

عالمِ کون و مکاں نور سے اس کے روشن — نغمۂ ساز وہی۔ بوئے گلستاں ہے وہی

ذرے ذرے میں کشش عشق کی اس نے رکھی — مالکِ جسم وہی۔ روح کا سلطاں ہے وہی

حسن سے اس کے ہے نیرنگیٔ عالم کا ظہور — رونقِ گرمیٔ بازارِ حسیناں ہے وہی

دل جو انساں کو دیا۔ دردِ محبت دل کو — قبلۂ دل ہے وہی۔ درد کا درماں ہے وہی

جس نے آواز سنی۔ ہوگیا اس کا شیدا — دیکھ لے جلوہ۔ تو سو جان سے قرباں ہے وہی

خود تو جو کچھ ہے سو ہے۔ نام بھی اس کے پیارے — حیّ و قیوم و صمد۔ ہادی و رحماں ہے وہی

عشق میں جس کے رقابت نہیں۔ وہ یار ہے یہ — جس پہ بن دیکھے مریں لوگ۔ یہ جاناں ہے وہی

لاکھ خوشیاں ہوں۔ مگر خاک ہیں بے وصلِ نگار — قرب حاصل ہے جسے خرم و شاداں ہے وہی

حبِ دنیا بھی نہو۔ خواہشِ عقبیٰ بھی نہو — جز خدا کچھ بھی نہو۔ طالبِ جاناں ہے وہی

(ٹھوکر سے بچو)

نفسِ امارہ جسے کہتے ہیں اربابِ نظر — راہِ الفت میں بس اک خارِ مغیلاں ہے وہی

جس سے یہ رہزن و سفاک بھی مغلوب نہو — یار کی راہ سے گم گشتہ و "حیراں" ہے وہی

(دعا)

اب تو دل میں ہے فقط ایک تمنا باقی — آرزو صرف وہی۔ خواہش و ارماں ہے وہی

درگہِ قدس سے قائم رہے رشتہ اپنا — لیکن اس کا بھی۔ اگر ہے۔ تو نگہباں ہے وہی

تشنۂ جامِ محبت کی دعا ہے اس سے — ساقیٔ میکدۂ محفلِ مستاں ہے وہی

(ق)

آپ دیتے نہ تھکیں۔ اور میں پیتے نہ تھکوں — مجھکو شایاں ہے یہی۔ آپ کے شایاں ہے وہی

ہاتھ پکڑا ہے تو اب چھوڑ نہ دینا [illegible] — مدتوں دور رہا جو۔ یہ پشیماں ہے وہی

سچ تو یہ ہے کہ سبھی میری خطا تھی۔ ورنہ — اپنے بندوں پہ کرم آپ کا ارزاں ہے وہی

ہم تو کمزور ہیں۔ پر آپ ہیں سب طاقت ہے — جو کہ مشکل ہے ہمیں۔ آپ کو آساں ہے وہی

للہ الحمد میانِ من و او صلح فتاد
حوریاں رقص کناں ساغر و پیمانہ زدند

وہ احمد محمد نما بن کے آیا

(از محمد عزیز اللہ خان صاحب آثر قصبہ میراں پور کٹرہ ضلع شاہجہانپور)

رسولِ خدا میرزا بن کے آیا — جہاں کے لئے رہنما بن کے آیا

ہوا جس کے ہاتھوں سے اسلام زندہ — وہ عیسیٰ بن مریم نما بن کے آیا

ادھر دیکھو ناحق فلک تک رہے ہو — مسیحا تو خود میرزا بن کے آیا

اسی کے رہا سر پہ تاجِ نبوت — وہی تو رسولِ خدا بن کے آیا

رسولوں کا مطلوب موعودِ امت — ہر اک دردِ دل کی دوا بن کے آیا

تجلیٔ قرآں دکھا دی جہاں کو — عجب نورِ شمس الضحیٰ بن کے آیا

زمیں قادیاں کی بنی ارضِ یثرب — وہ احمد محمد نما بن کے آیا

اولو العزم فضلِ عمر میرا آقا — خلافت کا نور الہدیٰ بن کے آیا

عطا ہو براہِ کرم جامِ عرفاں — اثر تیرے در کا گدا بن کے آیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

نمبر ۱۱۵ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۰ اپریل سنہ ۱۹۳۱ء | جلد ۱۸

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور گاندھی جی

خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ معیار کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ کی عظیم الشان کامیابی

مولوی ثناء اللہ صاحب کی مذہبی حمیت گاندھی جی کی نذر

اس بغض اور کینہ سے مجبور ہو کر جو ہمیشہ خدا تعالےٰ کے برگزیدوں اور راستبازوں کے مخالفوں کے لئے سوہان روح رہا ہے۔ اور اس ناکامی اور نامرادی سے جل بھن کر جو کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی کے وعدہ الٰہی کے نتیجہ میں منکرین صداقت کا حصہ ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنے اخبار "اہلحدیث" کے ایک تازہ پرچہ (۲۰۔ مارچ ۱۹۳۱ء) میں "مسیح قادیانی اور مہاتما گاندھی" کے عنوان سے ایک مضمون شائع کر کے جہاں اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے۔ وہاں یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ وہ اپنی مذہبی غیرت اور حمیت گاندھی جی کی نذر کر کے علماؤھم شر من تحت ادیم السماء کے پورے پورے مصداق بن چکے ہیں۔

حضرت مسیح موعود کا دعویٰ کے لحاظ سے رتبہ

مولوی صاحب کو اقرار ہے:۔

"کچھ شک نہیں۔ کہ مرزا صاحب قادیانی کا دعوےٰ ہی اُن کو گاندھی جی سے ایک بڑے رتبے والا ثابت کرتا ہے۔ کیونکہ وہ کہتے تھے۔ کہ میں خدا کا مخاطب ہوں۔ ملہم ہوں۔ مامور ہوں۔ یہاں تک کہ مسیح موعود ہوں"۔

اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں:۔

"مرزا صاحب قادیانی چونکہ مذہبی حیثیت کے بزرگ ہیں۔ اس لئے اُن کی اصلاح بھی مذہبی ہونی چاہیئے"۔

لیکن باوجود اس کے ایک ایسے شخص سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں! جسے مذہبی لحاظ سے نہ تو کسی قسم کا دعوےٰ ہے۔ اور نہ کوئی مذہبی اصلاح کر سکا ہے۔ خود مولوی صاحب بھی اسے تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"گاندھی جی کو دیکھا جائے۔ تو وہاں اس قسم کے دعاوی کا نشان بھی نہیں ملتا"۔

اس صورت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کا گاندھی جی کی زندگی سے مقابلہ کرنا حد سے بڑھی ہوئی جہالت اور نادانی نہیں۔ تو اور کیا ہے۔

حضرت مسیح موعود کے مقابلہ میں کوئی مامور پیش کیا ہوتا

مولوی صاحب کو اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کا کسی سے مقابلہ کرنے کا ایسا ہی شوق تھا۔ تو انہیں چاہئے تھا کسی ایسے انسان سے کرتے۔ جو خدا کا مخاطب ہونے۔ ملہم اور مامور ہونے کا دعوےٰ رکھتا۔ اور جو دنیا کی مذہبی اصلاح کا مقصد لے کر کھڑا ہوتا۔ نہ کہ ایک ایسے شخص کو مقابلہ کے لئے تجویز کرتے۔ جسے وہ خود بھی مذہبی لحاظ سے گمراہ۔ صداقت سے دور اور ان الذین یضلون عن سبیل اللہ لھم عذاب شدید کا مصداق سمجھتے ہیں۔ لیکن اس بات کی کوئی پرواہ نہ کرتے ہوئے اور انما المشرکون نجس کے ارشاد الٰہی کو پس پشت ڈالتے ہوئے انہوں نے گاندھی جی کو "مہاتما" قرار دے کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں لا کھڑا کیا! اور یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی۔ کہ ایک منکر اسلام اور بت پرست کو اس برگزیدہ خدا کے مقابلہ میں کامیابی حاصل ہوئی ہے جس نے اپنی ساری عمر اسلام کی برتری اور فضیلت ثابت کرنے۔ مخالفین اسلام کو دندان شکن جواب دینے اور اسلام کی صداقت میں عظیم الشان نشان دکھلانے میں صرف کی۔ اور جس نے دنیا میں باوجود ساری دنیا کی مخالفت کے ایک ایسی جماعت قائم کی۔ جو نہایت کمزور اور قلیل التعداد ہوتی ہوئی اشاعت اسلام کے لئے وہ کارہائے نمایاں کر رہی ہے۔ جن کا اسلام کے بڑے سے بڑے دشمنوں کو بھی اعتراف ہے۔ اور جس کے افراد دنیا کے دور دراز ملکوں میں پہونچکر ہزاروں انسانوں کو اسلام کے جھنڈے کے نیچے جمع کر رہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے والے پیدا کر رہے ہیں۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کی شرمناک جرأت نے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور گاندھی جی کی زندگی کا مقابلہ کرتے۔ اور گاندھی جی کی برتری دکھانے کے متعلق کی ہے۔ اسلام کے متعلق ان کی غیرت اور حمیت کا راز فاش کر کے ثابت کر دیا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات سے انہیں اس قدر بغض اور کینہ ہے۔ کہ وہ اپنی آتش حسد کو فرو کرنے کے لئے اسلام کی ہتک کرنے سے بھی باز نہیں رہ سکتے۔ اور اسلام کے صریح احکام کی خلاف ورزی کرتے ہوئے گاندھی جی سے اپنا رشتہ جوڑ کر الکفر ملۃ واحدۃ کے مصداق بن رہے ہیں۔

ایک طرف اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے۔ اور دوسری طرف یہ دیکھتے ہوئے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کو ساری دنیا میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ ملا جس کی مذہبی اصلاح کو وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں پیش کر سکتے۔ جو مذہبی حیثیت کے لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بالمقابل کھڑا کیا جا سکتا۔ اور جسے آپ کی طرح خدا کا مخاطب۔ ملہم اور مامور ہونے کا دعوےٰ ہوتا۔ صاف ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ ہی آپ کو موجودہ زمانہ میں تمام لوگوں سے "بڑے رتبہ والا ثابت کرتا ہے"۔ اور جب دعوےٰ کے لحاظ سے ہی آپ کے مقابلہ میں کوئی کھڑا ہونے کے قابل نہیں۔ تو پھر کسی سے آپ کی زندگی کا مقابلہ کرنے کے کیا معنی۔ لیکن مولوی صاحب اپنی آنکھوں پر تعصب کی پٹی باندھ کر اور اپنا دل بغض و عداوت کے جراثیم سے پُر کر کے اس صاف اور صریح بات کو نظر انداز کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں گاندھی جی کو کھڑا کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس غرض سے کھڑا کرنا چاہتے ہیں۔ کہ "محض ان کی اصلاحی کوشش اور اس میں کامیابی یا ناکامی کا مقابلہ ہوگا"۔

گاندھی جی اور مسیح موعودؑ کی اصلاحی کوشش میں فرق

گاندھی جی نے اس وقت تک جو کچھ کیا۔ اور جس قسم کے کاموں میں اپنے آپ کو منہمک رکھا۔ انہیں اگر "اصلاحی کوشش" کا نام دیا جائے تو بھی صاف ظاہر ہے۔ کہ ان کی اصلاحی کوشش کی نوعیت۔ اس کا حلقہ اثر۔ اس کا ماحول۔ اور اس کے نتائج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اصلاحی کوشش سے بالکل جدا ہیں۔ اور ان حالات میں ان اصلاحی کوششوں کا مقابلہ کرنا پرلے درجہ کی نادانی اور حماقت ہے۔

گاندھی جی کی ناکامی کا اقرار

لیکن جب خود مولوی صاحب کو تسلیم ہے۔ کہ

"کچھ شک نہیں۔ گاندھی جی اپنے مقصد میں ہنوز کامیاب نہیں ہوئے۔ بلکہ یوں کہیئے۔ کہ ابھی وہ کام بھی شروع نہیں ہوا"۔

تو پھر کس منہ سے ان کی "کامیابی" کا دعوےٰ کر رہے۔ اور اس کے مقابلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی "ناکامی" بتا رہے ہیں۔ اُن کا فرض ہے۔ کہ پہلے گاندھی جی سے "وہ کام" شروع کرائیں۔ انہیں اپنے مقصد میں کامیاب ثابت کریں۔ اور پھر ان کی کامیابی کا دعویٰ لیکر کھڑے ہوں۔ صرف یہ کہدینے سے۔ کہ

"آج ہندوستان کے ہر قسم کے لوگ ان کی عزت کرتے ہیں" اُن کی "کامیابی" ثابت نہیں ہو سکتی ؛

گاندھی جی کی عزت

گاندھی جی اگر کوئی ایسا مقصد لے کر کھڑے ہوتے۔ جو "ہر قسم کے لوگوں" کی خواہشات کے خلاف ہوتا۔ اگر ان کے سامنے کوئی ایسا نصب العین ہوتا۔ جسے لوگ پسند نہ کرتے۔ اگر وُہ کوئی ایسی بات پیش کرتے جس کے دوسرے لوگ مخالف ہوتے۔ وُہ گاندھی جی کے مقابلہ میں کھڑے ہو کر انہیں ناکام بنانے کی کوشش کرتے۔ اور پھر گاندھی جی ہندوستان کے ہر قسم کے لوگوں میں اپنی عزت قائم کر لیتے۔ اور انہیں اپنے پیچھے چلا سکتے۔ تو اسے ان کی کامیابی کہا جا سکتا تھا۔ لیکن جب انہوں نے وُہی بات پیش کی۔ جو دوسرے لوگ چاہتے تھے۔ اور وُہ اسی رو میں بہنے لگے۔ جو بہ تقاضائے حالات اور واقعات خود بخود چل رہی تھی۔ تو انہیں اس انسان کے مقابلہ میں پیش کرنا جو تن تنہا اس "اصلاحی کوشش" کے لئے کھڑا ہوا۔ جس میں کوئی ایک فرد بھی اس کا حامی اور مددگار نہ تھا۔ کہاں کی عقلمندی ہے ؛

حضرت مسیح موعُود کی عظیم الشان کامیابی

کون نہیں جانتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جس دعوے کے ساتھ کھڑے ہوئے اس کا کوئی ایک شخص بھی مصدق نہ تھا۔ آپ بالکل یکہ و تنہا کھڑے ہُوئے۔ اور آپ نے وُہ بات پیش کی۔ جس نے دُنیا کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک آگ لگا دی۔ جس کی وجہ سے اپنے پرائے۔ دوست دشمن۔ خیر خواہ بدخواہ اور ہر قسم کے لوگ مخالف ہو گئے۔ اور ایسے مخالف ہوئے۔ کہ انہوں نے آپ کو ناکام بنانے میں ہر قسم کے معیوب سے معیوب فعال کا ارتکاب کیا کوئی شرارت اور کوئی فتنہ ایسا نہ تھا۔ جو آپ کے خلاف برپا نہ کیا گیا۔ کوئی تکلیف اور کوئی مشکل ایسی نہ تھی۔ جو آپ کے رستہ میں حائل نہ کی گئی۔ ان حالات میں اگر آپ کسی ایک شخص کو بھی اپنے ساتھ نہ ملا سکتے۔ بلکہ صرف خود ہی اپنے دعوے پر قائم رہتے۔ تو بھی آپ کا یہ اتنا بڑا کمال اور اتنی عظیم الشان کامیابی ہوتی۔ کہ جس کی مثال سوائے خدا تعالےٰ کے برگزیدہ انسانوں کے اور کہیں نہ مل سکتی۔ لیکن خدا تعالےٰ نے مخالفوں اور دشمنوں کے ان گنت ہجوم اور ان کی سخت سے سخت یورشوں کے درمیان ایک نہ دو۔ سو نہ ہزار۔ بلکہ لاکھوں خدام نہایت قلیل عرصہ میں ایسے عطا کئے۔ جو آپ کو اپنا سب سے پیارا اور محبوب سمجھتے۔ اور آپ کی اصلاحی کوشش کو نہ صرف اپنے لئے رب سے بڑی نعمت یقین کرتے ہیں۔ بلکہ دُنیا کو اس سے مستفیض کرنے کے لئے اپنی عزت۔ اپنا مال اور اپنی جان قربان کر دینا بھی دین و دُنیا کی سعادت خیال کرتے ہیں۔ پس نادان ہے وُہ جو اس بات پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ناکامی کی بنیاد رکھتا ہے۔ کہ

"مرزا جی کی طرف میلان کرنے والوں کی تعداد بہت ہی کم۔ قریب العدم ثابت ہوئی۔ اور مخالفت کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ"؛

دراصل حضرت مرزا صاحب کو قبول کرنے والا ایک ایک شخص آپ کی کامیابی اور آپ کے مخالفوں کی ناکامی کا ثبوت ہے۔ کیونکہ جب بھی کسی شخص کو دشمنوں کی صفوں سے نکال کر آپ اپنے جھنڈے تلے لائے۔ جب ہی آپ کے مخالفوں کو شکست فاش ہوئی۔ اور انہیں اعتراف کرنا پڑا۔ کہ اس فرد واحد کے مقابلہ میں ان کے تمام لاؤ لشکر بالکل ناکام و نامراد ہیں ؛

گاندھی جی کے ثناخواں اور حضرت مسیح موعُود کے پیرو

کیا مولوی ثناء اللہ صاحب بتا سکتے ہیں۔ کہ بقول ان کے "آج ہندوستان کے ہر قسم کے لوگ جو گاندھی جی کی عزت کرتے ہیں"۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی گاندھی جی نے اسی طرح اپنا مداح بنایا۔ جس طرح حضرت مسیح موعُود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ایک شخص کو اپنی طرف کھینچا۔ کیا وُہ یہ ثابت کر سکتے ہیں۔ کہ گاندھی جی کو اپنے ثناخواں پیدا کرنے کے لئے اسی طرح مخالفتوں اور عداوتوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ جس طرح حضرت مسیح موعُود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا۔ اگر نہیں۔ اور یقیناً نہیں۔ تو پھر ان کی عزت کرنیوالوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والوں کے مقابلہ میں پیش کرنا کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا۔ اور ان کی کامیابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کامیابی کے مقابلہ میں نجوئے تیر زر کی مصداق ہے؛

خدا کے فرستادوں کی کامیابی کا معیار

مولوی ثناء اللہ صاحب اگر گاندھی جی کی ثناخوانی کی خاطر عقل و فکر کو بالکل جواب نہ دے چکے ہوتے۔ تو وُہ قطعاً حضرت مسیح موعُود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں جو کہتے تھے۔ کہ میں خدا کا مخاطب ہوں۔ ملہم ہوں۔ مامور ہوں۔ یہاں تک کہ مسیح موعُود ہوں۔" گاندھی جی کو پیش نہ کرتے۔ پھر اگر انہیں حضرت مسیح موعُود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت اندھا نہ کر دیتی۔ اور وُہ خدا تعالیٰ کے اس کامل صحیفہ کو دیکھ سکتے جس میں تمام دُنیا کی ہدایت اور راہ نمائی کا سامان موجود ہے اور جو خدا تعالےٰ کے فرستادوں کے کام اور ان کے آنے کی غرض بار بار بیان کرتا ہے۔ تو انہیں معلوم ہو جاتا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نہایت عظیم الشان کامیابی حاصل ہو چکی ہے۔ خدا تعالےٰ نے تمام رسولوں کا کام حق اور صداقت کا دُنیا کو پہونچا دینا قرار دیا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم کی متعدد آیات سے ظاہر ہے۔ اور کسی ایک جگہ بھی اور کسی ایک رسول کے متعلق بھی حتیٰ کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی یہ نہیں فرمایا۔ کہ جب تک ہر قسم کے لوگ آپ کی عزت نہ کریں گے۔ اس وقت تک آپ کو کامیاب نہ قرار دیا جائیگا۔ چنانچہ فرمایا:- فان تکذبوا فقد کذب امم من قبلکم وما علی الرسول الا البلغ المبین (۲۹ - ۱۷)

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اگر لوگ تیری تکذیب کریں۔ تیری طرف میلان نہ کریں۔ اور تیری مخالفت کے درپے رہیں۔ تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔ تجھ سے پہلے جو رسول آئے ان کی قوموں نے بھی ان کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا۔ بات یہ ہے رسول کا کام صرف حق کا واضح طور پر پہونچا دینا ہے۔ اسے قبول کرنا یا نہ کرنا یہ لوگوں کا کام ہے ؛

دوسری جگہ فرمایا:-

فان اعرضوا فما ارسلنٰک علیھم حفیظا۔ ان علیک الا البلٰغ (۴۲ - ۴۷) اگر لوگ تیری طرف میلان نہ کریں۔ تو اُن کی مرضی۔ ہم نے تجھے ان پر نگران مقرر کر کے نہیں بھیجا۔ بلکہ تیرا کام صداقت کا پہونچا دینا ہے ؛

اس کے مقابلہ میں نہ ماننے والوں کو مخاطب کر کے فرمایا:-

فان تولیتم فاعلموا انما علےٰ رسولنا البلٰغ المبین (۵-۹۳) اگر تم ہمارے رسول کی باتوں سے مونہہ موڑ لو۔ تو یاد رکھو۔ ہمارے رسول کا کام صرف پہونچا دینا ہے ؛

ان آیات سے صاف ظاہر ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے ماموروں اور مرسلوں کا کام حق و صداقت کا پہونچا دینا ہوتا ہے آگے لوگوں سے منوانا اور اپنی طرف میلان کرانا ان کے ذمہ نہیں۔ اور جب لوگوں سے منوانا خدا تعالےٰ نے ان کے ذمہ ہی نہیں رکھا۔ تو پھر کسی اور کو کیا حق ہو سکتا ہے۔ کہ کسی مدعی ماموریت کی کامیابی کا معیار نہ صرف یہ قرار دے۔ کہ اسے لوگوں نے مانا ہے یا نہیں۔ بلکہ یہ کہے۔ کہ چونکہ "اس کی مخالفت کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ" ہے۔ اس لئے وُہ کامیاب نہیں ہُوا۔ اور پھر اسی پر بس نہ کرے۔ بلکہ ایسے شخص کو پیش کر کے جس کی لوگ صرف اس لئے عزت کرتے ہوں۔ کہ وُہ ان کی خواہشات کی تکمیل کرنے کا مدعی ہے اور جو ہر دفعہ ایک آنچ کی کسر بتا کر انہیں تسلی دیتا رہتا ہے۔ یہ ظاہر کرنا چاہے۔ کہ چونکہ ہر قسم کے لوگ اس کی عزت کرتے ہیں۔ اس لئے خدا کا ملہم اور مامُور ہونے کا دعوےٰ کرنے والے کی نسبت وُہ کامیاب ہو گیا۔ دراصل یہ اسی جہالت اور اسلام سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے جس میں آج کل کے علماء کہلانے والے مبتلا ہیں ؛

حضرت مسیح موعود کی کامیابی کے متعلق مولوی ثناء اللہ کی شہادت

قرآن کریم ایک مامُور اور مرسل کا فرض صرف حق کا پہونچا دینا قرار دیتا ہے اور جو مامور یہ فرض ادا کر دیتا ہے۔ اس کی کامیابی میں کسی مسلمان کہلانے والے اور قرآن کریم کو خدا تعالےٰ کا کلام سمجھنے والے کو کسی قسم کا شک شبہ نہیں ہو سکتا۔ اس اصل کے ماتحت یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تبلیغ کا فرض کہاں تک ادا کیا۔ اگر آپ نے اس کا حق ادا کر دیا۔ تو آپ کامیاب ہو گئے۔ اس کے لئے ہم کوئی اور ثبوت پیش کرنے کی بجائے مولوی ثناء اللہ صاحب کو ہی بطور گواہ پیش کرتے ہیں۔ اور ان کا وُہ بیان ناظرین کے سامنے رکھتے ہیں۔ جو اسی مضمون میں انہوں نے درج کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔ "مرزا جی نے بقول خود قریباً چالیس سال تبلیغ فرمائی۔ کیا تقریر سے کیا تحریر سے۔ کیا مناظرات سے۔ تحریر سے تو اتنی کہ کوئی ملک شاید ہی خالی رہا ہوگا۔ جہاں اُن کی تحریر نہ پہونچی ہو۔" مولوی ثناء اللہ صاحب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے نشانات

(از جناب ڈاکٹر سید محمد اسمٰعیل صاحب سول سرجن)

مجھ سے کہا گیا ہے۔ کہ میں ایک مختصر مضمون حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت پر لکھوں۔ چنانچہ یہ مضمون ایک نہایت مجمل طرز کا ہے۔ جو میں اس وقت لکھتا ہوں۔ اس کے ایک ایک ہیڈنگ کو الگ الگ اس طرح پھیلایا جا سکتا ہے۔ کہ وہ بطور خود ایک رسالہ بن جائے۔ مگر چونکہ اخبار کے چند صفحے اس کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ اس لئے صرف ایما اور اختصار پر اکتفا کرتا ہوں*

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت پر جو ثبوت پیش کئے جاتے ہیں۔ ان میں ایک عظیم الشان ثبوت وہ غیب اور بسا اوقات اقتداری غیب کی خبریں اور پیش گوئیاں ہیں۔ جو آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم پاکر قبل از وقت شایع کیں۔ اور جن کے پورا ہونے سے صفاتِ الٰہیہ آپ کی معرفت اس زمانہ میں جلوہ گر ہو کر مخالفین کے لئے اتمام حجت اور موافقین کے لئے ازدیاد ایمان کا باعث ہوئیں۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ یہ امور غیبیہ صرف آپ کی زندگی تک محدود نہیں ہے بلکہ سنت اللہ سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب تک کسی نبی کا زمانہ رہتا ہے اس وقت تک اس کی پیشگوئیاں پوری ہو ہو کر ہر زمانہ میں اس کی صداقت پر دلیل ہوتی رہتی ہیں۔ تاکہ بعد میں آنے والے لوگ اسکی سچائی کا انکار نہ کریں۔ ایک حصہ تازہ بتازہ رؤیت والے ایمان کا ان کو بھی ملتا رہے۔ اور تا ان کے لئے بھی تازہ فضل کے دروازے کھلے رہیں اور مُردہ مذاہب کے مقابل زندہ مذہب میں ایک حیات اور تازگی ہمیشہ پائی جائے۔ اس لئے ضروری تھا۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کے وصال کے بعد بھی ہم اس زمانہ میں بکثرت ان کی صداقت کے نشان اسی طرح دیکھتے جس طرح گذشتہ دیگر انبیاءؑ اور خاص کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فوت ہونے کے بعد ان کے فرمودے آئندہ ہونے والی نسلوں نے پورے ہوتے دیکھے۔ اور ان نشانات کی وجہ سے ان کو زندہ خدا کے وجود اور زندہ رسول کی صداقت پر یقین حاصل ہُوا*

اس وقت حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کو ۲۳ سال کے قریب گذرنے لگے ہیں۔ میرا خیال ہے۔ کہ ان میں کوئی سال ایسا نہیں گذرا جس میں حضورؑ کی فرمائی ہُوئی غیب کی باتیں پوری نہ ہوئی ہوں۔ علمائے مخالف آپؑ پر اعتراض کیا کرتے تھے۔ کہ کئی باتیں آپ کھینچ تان کر اپنی صداقت کا نشان بنا لیتے ہیں۔ مگر میں پوچھتا ہوں۔ حسب ذیل نشانات کو پڑھ کر آپ ایمان سے کہیں۔ کہ کیا اس کا نام کھینچا تانی ہے؟ کیا یہ آپؑ کے منجانب اللہ اور راستباز ہونے پر کافی دلیل نہیں ہے۔ ایک سعادتمند انسان کے لئے اس مادیت اور دہریت اور لا مذہبی کے زمانہ میں بھی یہ باتیں خدا تعالےٰ کی ہستی پر دلیل ہیں۔ اور جو ان کو رد کرتا ہے۔ وہ حقیقتاً دہریہ ہی ہے۔ کیونکہ جب سے دُنیا پیدا ہوئی۔ اللہ تعالےٰ انہی نشانات کے ذریعہ قبول کیا جاتا رہا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہُوا۔ کہ وُہ خود کسی جسمانی صورت کے ساتھ لوگوں کے پاس آیا ہو۔ اور کہا ہو۔ کہ دیکھ لو۔ میں خدا ہوں۔ مجھ پر ایمان لے آؤ۔ سو چونکہ ایمان کا معاملہ ہمیشہ ایک پردہ میں قرائن قویہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لئے خدا تعالےٰ ہمیشہ ہمیشہ سے اپنے انبیاء کی معرفت اپنے علم و قدرت کے نشانات کے ذریعہ دُنیا پر جلوہ گری کرتا رہا ہے۔ اور آئندہ بھی اس کی یہی سُنت رہیگی۔ پس مبارک ہیں وہ۔ جو خُدا کے نشانات کو قبول کر لیتے ہیں۔ اور اس کے رسول کو رد نہیں کرتے اور تازہ بتازہ آیات سے اپنے ایمانوں کو بڑھاتے ہیں۔ یقیناً یہی لوگ دُنیا اور آخرت میں کامیاب ہونگے*

چونکہ میں حد درجہ اختصار رکھنا چاہتا ہوں۔ اس لئے صرف بعض ان پیشگوئیوں کی فہرست دیتا ہوں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے قریب یا عین اس وقت یا اس کے بعد پُوری ہوئیں۔ اور جن کا ذکر خود حضرت مسیح موعُود علیہ السلام نے نہیں کیا۔ آگے طالبِ حق خود اپنے طور پر تفصیل سے ان کا مطالعہ کر سکتا ہے۔ یہاں صرف بطور حوالہ کے ان کا ذکر ہوگا۔ کیونکہ اس سے زیادہ گنجائش نہیں۔ وباللہ التوفیق

(۱)

خود اپنی وفات کی پیشگوئی معہ اس خبر کے کہ تیری وفات کے بعد بھی ہم تیرے نشاناتِ صداقت کو جاری رکھیں گے۔ چنانچہ وحی الٰہی یہ ہے:- جاء وقتک ونبقی لک الآیات باھرات - قرب وقتک ونبقی لک الآیات بینات (بدر جلد نمبر ۳۹) تیرا وقت آگیا۔ اور ہم تیرے واسطے روشن نشان باقی رکھیں گے۔ تیرا وقت قریب آگیا۔ اور ہم تیرے واسطے کھُلے نشان باقی رکھیں گے*

سو اس مضمون میں انشاء اللہ کم از کم پچاس ایسے نشانات کا ذکر کرونگا*

(۲)

اپنی وفات کی نسبت تفاصیل۔ ایک شخص نے کوری ہنڈیا میں مصفّٰی پانی دیا۔ جو دو ڈھائی گھونٹ کی مقدار تھا۔ (ڈھائی سال بعد اس الہام کے آپؑ کی وفات ہوئی) اور الہام ہُوا۔ کہ ”آب زندگی“ (۱۸- دسمبر ۱۹۰۵ء) ”قَلَّ میعاد ربّک“ (تیرے رب کا وعدہ اب تھوڑا رہ گیا ہے) ”خدا کی طرف سے سب پر اداسی چھا گئی“۔ پھر کشفی رنگ میں وُہ مقبرہ دکھایا گیا۔ جس کا نام خُدا نے ”بہشتی مقبرہ“ رکھا۔ اہل بیت کی طرف اشارہ کر کے الہام ہُوا۔ ”ہے تو بھاری مگر خدائی امتحان قبول کر“۔ ”ان کی لاش کفن میں لپیٹ کر لائے ہیں“۔ ”ستائیس کو ایک واقعہ“ (ہمارے متعلق)۔ (یعنی دفن) ”ماتم کدہ“ ”دیکھا کہ ایک جنازہ آتا ہے“۔ پھر ۲۶- اپریل ۱۹۰۸ء ”مباش ایمن از بازی روزگار“ پھر ۹- مئی ۱۹۰۸ء ”الرحیل ثم الرحیل“۔ ”موت قریب“۔ ”ان اللہ یحمل کل حمل“ (کوچ پھر کوچ۔ موت قریب ہے۔ اللہ تعالےٰ سب بوجھ اٹھا لیگا) ۱۵- مئی ۱۹۰۸ء ”ڈر و مت مومنو“۔ پھر ۱۷- مئی ۱۹۰۸ء ”مکن تکیہ بر عمر ناپائدار“ اسی طرح ”داغِ ہجرت“ ایک الہام ہے۔ یعنی وطن سے باہر تمہاری وفات ہوگی۔ اور ہجرت کا داغ لگے گا۔

(۳)

عمر کے متعلق الہام تھا۔ **ثمانین حولاً او قریباً من ذالک** یعنی عمر اسی سال یا اس کے قریب ہوگی۔ سو ستر سال سے متجاوز ہو کر اور اسّی کے پیٹے میں آکر آپ کا انتقال ہُوا*

(۴)

ایک الہام تھا۔ تنزل الرحمۃ علیٰ ثلٰث۔ العین وعلی الاخریین۔ یعنی تیرے تین اعضاء پر رحمت نازل ہوگی۔ ایک تو آنکھیں اور دو اور (فرمایا کرتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ باقی دو کا نام بھی عین ہی ہے۔ جس کے معنے گھٹنے اور عقل و حواس کے بھی ہوتے ہیں سو اس کے مطابق وفات تک آنکھیں۔ گھٹنے اور عقل و ہوش سب نہایت درست رہے۔ اسی طرح فرمایا۔ کہ خدا نے مجھے وعدہ دیا ہے کہ میں تمام خبیث مرضوں سے بھی تمہیں بچاؤں گا۔ اور الہام الٰہی ہے۔ ”اے عبد الحکیم خدا تعالےٰ تجھے ہر ایک ضرر سے بچائے۔ اندھا ہونے اور مفلوج ہونے اور مجذوم ہونے سے“۔ سو یہ سب باتیں پُوری ہوئیں۔ بلکہ اس سے بڑھ کر یہ ترد الیک انوار الشباب۔ یعنی جوانی کے انوار تجھے واپس کئے گئے۔ سو آخر عمر میں تصنیفات اور لیکچر اور الہامات اور جماعت کی کثرت اور سلسلہ کے انتظامات سب زیادہ مقدار میں نظر آتے ہیں۔ اور کام کی طاقت بہت بڑھ گئی تھی۔ کہ جوانوں کو بھی مات کر رکھا تھا*

(۵)

غلام احمد کی جے۔ یہ الہام بھی مذہبی سکھوں کی ایک جماعت کے مسلمان ہونے اور پھر ان کا نگر کیرتن کے طور پر تمام قادیان میں جلوس نکالتے اور یہی نعرے لگانے سے لفظاً لفظاً پُورا ہو گیا۔ احمدی لوگ بھی ایسا جلوس نکال سکتے تھے۔ مگر خدا کے کلام کے پُورا ہونے کے لئے یہ ضروری تھا۔ کہ اہلِ ہنود میں سے ایک جماعت یہ نعرہ لگائے۔ سو آپؑ کی وفات کے سالہا سال بعد یہ پُورا ہو گیا۔ اور ابھی انتظار رہے۔ کہ مزید تفصیلیں اس کی پُوری ہوتی رہیں*

(۶)

۱۹۱۸ء کے مہلک انفلوئنزا کے متعلق یہ الہامات پورے ہوئے ”یورپ اور دوسرے عیسائی ملکوں میں ایک قسم کی طاعون پھیلے گی جو

بہت ہی سخت ہوگی۔ چنانچہ یہ انفلوئنزا اسپین سے شروع ہوا۔ اور وہاں سے یورپ میں تباہی ڈالتا ہوا پھر دوسرے ممالک میں گیا۔ اس لئے اس کا نام Spanish influenza یعنی ہسپانوی انفلوئنزا ہے۔ پھر دوسرے ممالک اور ہندوستان وغیرہ کے لئے یہ الہامات موجود ہیں:-

"ایک وبا پڑے گی"۔ "الامراض تشاع والنفوس تضاع"

"طاعون تو گئی۔ مگر بخار رہ گیا"۔ "یوم تاتی السماء بدخان مبین"۔

"موتا موتی لگ رہی ہے"۔

(۷)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ تحدی تھی۔ کہ میری موت طبعی موت ہوگی۔ چنانچہ الہام الٰہی یہ تھے۔ "یا عیسٰی انی متوفیک"۔ یعنی تجھے طبعی موت دونگا۔ "یعصمک اللہ من عندہ وان لم یعصمک الناس" فریمین اس پر مسلط نہیں کئے جائیں گے۔ کہ اس کو ہلاک کریں"

پس اسی طرح ہوا۔ اور جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق یہ پیشگوئی پوری ہوکر آپ کی صداقت کا نشان ہوئی۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق اسی وضاحت سے پوری ہوکر آپ کی صداقت کی دلیل بنی۔

(۸)

"نواب مبارکہ بیگم"۔ یہ ۱۹۰۱ء کا الہام ہے۔ جب مبارکہ بیگم کی عمر ۴ سال کی تھی۔ اور نواب صاحب کی پہلی اہلیہ زندہ تھیں۔ پھر خدا تعالیٰ نے اس کو سالہا سال کے بعد پورا کیا۔ میں نے اسے یہاں اس لئے لکھا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے پورے ہونے کا ذکر غالباً کہیں نہیں لکھا۔

(۹)

"قیصر ہند کی طرف سے شکریہ"۔ یہ ۱۸۹۹ء کا الہام ہے۔ اب آپ اس چٹھی کو پڑھیں Buckingham palace

Buckingham palace 21th Oct 1924

Dear Sir,

I am commanded to express the thanks of the King for the kindly sentiments expressed in the telegram received by his majesty on the instant from the Imam and the members of the Ahmadia Community.... private Secretary to the King

(یہ خط اور تار حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے ولایت کے سفر سے وابستہ ہے)

(۱۰)

"بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے" ہم نے اپنے زمانہ میں دو بادشاہوں کو دیکھا جنہوں نے حضور کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈی اور ابھی تو بسم اللہ ہے۔ آگے چل کر بڑے بڑے ملوک آپ کے تبرکات کو سروں پر رکھیں گے۔ آپ کی وفات کے بعد سید عبدالجبار سابق بادشاہ سوات۔ اور اسی طرح مغربی افریقہ کے ایک مقامی بادشاہ نے یہ سعادت حاصل کی ہے۔ (جس کا ذکر الفضل میں کئی سال ہوئے چھپ چکا ہے)

(۱۱)

مثیل لیکھرام" ۱۸۹۳ء میں رسالہ برکات الدعاء میں اپنا ایک رؤیا درج فرمایا ہے۔ جس میں ایک عذاب کے فرشتہ نے پوچھا۔ کہ لیکھرام کہاں ہے"۔ اور ایک شخص کا نام لیا۔ کہ وہ کہاں ہے۔" تب میں نے اس وقت سمجھا۔ کہ یہ شخص لیکھرام اور اس دوسرے شخص کی سزادہی کے لئے مامور کیا گیا ہے"۔ یہ دوسرا شخص مثیل لیکھرام سوامی شردھانند تھا۔ جو حضور کی وفات کے قریباً بیس سال بعد قتل کیا گیا۔ لیکھرام کو تو بقول آریہ صاحبان حضرت مسیح موعود نے قتل کرایا تھا۔ کیا شردھانند کے مارنے کا بندوبست بھی ۱۸۹۳ء میں ہی کر لیا گیا تھا!!!

شردھانند اور لیکھرام کی مماثلت پر شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی نے ایک عمدہ رسالہ لکھا ہے۔ ان سے منگا کر مطالعہ کریں۔

(۱۲)

مولوی محمد حسین بٹالوی کے متعلق:- اسی طرح مئی ۱۸۹۳ء میں آپ نے مولوی محمد حسین بٹالوی کے متعلق یہ دیکھا۔ "رایت ان ھذا الرجل یومن بایمانی قبل موتہ ورایت کانہ ترک قول التکفیر وتاب" یعنی محمد حسین مرنے سے پہلے میرے ایمان کو مان لے گا۔ اور مجھے کافر کہنا چھوڑ دے گا۔ اور اس سے رجوع کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی واقعہ ہوا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد ہمارے ایک دوست مولوی محمد حسین کے پاس گئے۔ اور اس بات کی تصدیق کر لی۔ جو ہمارے اخبارات میں چھپ چکی ہے۔

(۱۳)

آریہ مذہب کے متعلق پیشگوئی:- تذکرۃ الشہادتین میں مفصل دیکھو فرماتے ہیں:- "ابھی تم میں سے لاکھوں کروڑوں انسان زندہ ہونگے۔ کہ اس مذہب کو نابود ہوتے دیکھ لوگے"۔ اس کے متعلق فاروق اور الفضل کے فائل دیکھو۔ کہ کس طرح خود اکثر بڑے بڑے آریہ لیڈروں نے آریہ سماج کی مذہبی موت پر گواہی دی ہے۔ اور اقرار اپنی مذہبی موت کا کیا ہے۔

(۱۴)

قوتِ برطانیہ:- "سلطنت برطانیہ تا ہشت سال" والا الہام کس طرح پورا ہوا ہے۔

(۱۵)

لدھیانوی سعد اللہ کے متعلق یہ الہام تھا۔ "ان شانئک ھو الابتر" اور حقیقۃ الوحی میں تحدیانہ لکھ دیا تھا۔ کہ اب اس کے بیٹے کے ہاں اولاد نہ ہوگی۔ چنانچہ حال ہی میں سعد اللہ کا بیٹا ایک لمبی عمر پا کر لاولد اور ابتری موت مر گیا۔

(۱۶)

کابل کے شہداء کے متعلق جس طرح مولوی عبدالرحمٰن اور صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کی بابت براہین احمدیہ میں خبر دی تھی۔ کہ "شاتان تذبحان" یعنی دو بکریاں ذبح کی جائیں گی۔ اسی طرح ۱۹۰۶ء میں ان دو نو شہادتوں کے بعد یہ الہام ہوا تھا۔ کہ "تین بکرے ذبح کئے جائیں"۔ چنانچہ مولوی نعمت اللہ صاحب اور ان کے دو ہموطن امیر امان اللہ خان کے زمانہ میں احمدی ہونے کی وجہ سے سنگسار کرکے شہید کر دیئے گئے۔

(۱۷)

امیر حبیب اللہ خان کے قتل کے بعد جب امیر امان اللہ خان تخت نشین ہوا۔ تو ایک اعلان سلطنت کابل کی طرف سے کیا گیا جس کا مطلب یہ تھا۔ کہ اس سلطنت میں اب مذہبی آزادی ہوگی۔ اور کوئی شخص اپنے عقیدہ کی وجہ سے تنگ نہ کیا جائے گا۔ اور ہر فرقہ کا آدمی اس "سلطنت میں امن سے رہ سکے گا۔ اس اعلان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ الہام پورا ہوا۔ جو ۱۹۰۵ء میں آپ نے مشتہر فرمایا تھا۔ یعنی "رہا کو سفیران عالیجناب" مگر افسوس کہ کچھ مدت کی رہائی کے بعد پھر مولویوں کی شرارت سے نعمت اللہ خان اور عبدالحلیم اور نور علی کمال بے رحمی سے سنگسار کئے گئے۔

(۱۸)

ظالم کا پاداش:- اسی طرح تذکرۃ الشہادتین میں صاحبزادہ عبداللطیف شہید کے متعلق آپ نے تحریر فرمایا تھا۔ "شاہزادہ عبداللطیف کے لئے جو شہادت مقدر تھی۔ وہ ہو چکی۔ اب ظالم کا پاداش باقی ہے"۔ چنانچہ امیر حبیب اللہ خان کو عین حالت سفر میں کسی نے پستول کی گولی دماغ میں چلا کر قتل کر دیا۔ اور تین بکروں کو ذبح کرنے والے کو وہ پاداش ملی کہ ایک ذلیل سقہ نے اسے تاج و تخت سے محروم کرکے جلاوطن کر دیا۔ اور اب وہ کس مپرسی کی حالت میں مصیبت کی تلخ زندگی بسر کر رہا ہے۔ اور جیسا کہ تذکرۃ الشہادتین میں ہے۔ کہ انہ من یات ربہ مجرما فان لہ جہنم لا یموت فیھا ولا یحیٰی۔ جو کچھ اس پر گزر رہی ہے۔ وہی جانتا ہے۔

(۱۹)

نادر شاہ کے متعلق۔ اسی طرح ۱۹۰۵ء میں لکھا ہوا دکھایا گیا:- "آہ نادر شاہ کہاں گیا"۔ دراصل یہ وہ فقرہ ہے۔ جو کابل میں بچہ سقہ کی حکومت کے مظالم کے وقت رعایا بزبانِ حال کہہ رہی تھی۔ اور آخر نادر خان ان کی آہوں کو سنکر آیا۔ اور ان کو مصیبت سے چھڑا کر نادر خان سے نادر شاہ بن کر اس الہام الٰہی کا مصداق بن گیا۔

(۲۰)

پچاسی ہزار اسی طرح کابل کے متعلق ۱۹۰۶ء میں فرمانِ خداوندی صادر ہوا۔ کہ "ریاست کابل میں قریب پچاسی ہزار کے آدمی مریں گے"۔ چنانچہ اس کے بعد پہلے اس ملک میں سخت وبائے ہیضہ پڑی۔ پھر انفلوئنزا پڑا۔ پھر امیر امان اللہ خان اور بچہ سقہ اور نادر شاہ کی جنگوں اور فسادوں میں ہزارہا آدمی قتل اور تباہ ہوئے۔ اور رعایا بری طرح برباد ہوئی۔ ابھی معلوم نہیں اور کیا ہو۔

(۲۱)

بعض الہامات:- بہت سے اخبارِ غیب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایسے

بھی بیان فرمائے ہیں۔ جو آپ کے سامنے بھی پورے ہوئے اور آپ کی وفات کے بعد بھی برابران کا سلسلہ جاری ہے۔ مثلاً:۔ "انہ اوی القریہ"۔ "انی احافظ کل من فی الدار"۔ "انی مھین من اراد اھانتک"۔ "یاتوک من کل فج عمیق"۔ "یاتیک من کل فج عمیق"۔ "وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ" وغیرہ وغیرہ

پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔ پھر بہار آئی۔ تو آئے ثلج کے آنیکے دن۔ چنانچہ اس سال بھی فروری بلکہ مارچ میں بھی ولایت اور کشمیر میں برف پڑی۔ اسی طرح جماعت احمدیہ کی مسلسل ترقی کا الہام کزرعٍ اخرج شطاہ فازرہ فاستغلظ فاستوی علیٰ سوقہٖ

(۲۲)

گرفتاریاں۔ قادر کے کاروبار نمودار ہو گئے۔ کافر جو کہتے تھے وہ گرفتار ہو گئے۔ (یہ پیشگوئی ہے ہر ایک پڑھنے والا اسکو یاد رکھے۔ تحفہ گولڑویہ) یہ سنہ ۱۹۰۱ء کا الہام ہے۔ جب موجودہ زمانہ کی شورش اور پولیٹیکل تحریکوں کا پتہ بھی نہ تھا۔ پھر خدا کا کرنا ایسا ہوا۔ کہ ہجرت اور کانگرس کی سول نافرمانی نیز اور بعض بعض خاص حالات کے ماتحت یہ کافر کہنے والے علماء گرفتار ہوئے۔ اور جیلخانوں اور حوالاتوں کی سیر کر آئے۔ مثلاً محمود الحسن دیوبندی۔ مولوی کفایت اللہ۔ مولوی احمد سعید۔ مولوی نواب دین مولوی نوردین لائلپوری۔ مولوی ظفر علی مولوی ابوالکلام آزاد اور دیگر اکثر علماء۔ اگر تلاش کیا جائے تو بیسیوں مخالف مولوی اور مولانا اس پیشگوئی کو اپنے ہاتھوں سے پورا کر چکے ہیں۔

(۲۳)

"تزلزل در ایوانِ کسریٰ فتاد"۔ یعنی شاہ ایران کے محل میں زلزلہ پڑے گا۔ یہ سنہ ۱۹۰۶ء کا الہام ہے۔ اس کے بعد شاہ قاچار معزول کیا گیا۔ اور پارلیمنٹ بنی۔ پھر اس کا بیٹا برائے نام بادشاہ بنا۔ پھر وہ تمام خاندان ہی ایران سے نکال دیا گیا۔ اور رضا شاہ نام ایک سپاہی تخت پر قابض ہو گیا۔ غرض ایوان کسریٰ پورے طور پر متزلزل ہو گیا۔

(۲۴)

تقسیم بنگالہ۔ تقسیم بنگالہ جو لارڈ کرزن کے زمانہ میں ہوئی تھی۔ اس پر جب بنگال میں بے حد شور پڑا۔ تو وزیر اعظم اور پارلیمنٹ اور وزیر ہند سب نے یہی جواب دیا۔ کہ یہ فیصلہ ہرگز نہیں ٹوٹے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا "پہلے بنگالہ کی نسبت جو حکم جاری کیا گیا تھا۔ اب ان کی دلجوئی ہو گی"۔ آخر تمام وزراء کو خدائی فیصلہ کے آگے سرِ تسلیم خم کرنا پڑا۔ اور سنہ ۱۹۱۱ء میں انگلستان کا بادشاہ خود چل کر اس پیشگوئی کی سچائی کا اعلان کرنے کے لئے لنڈن سے دہلی آیا۔ اور شاہی دربار میں اس نے تقسیم بنگالہ کو توڑ کر بنگالیوں کی دلجوئی کی۔

(۲۵)

رومیوں کا غلبہ:۔ "غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون" سنہ ۱۹۰۴ء۔ یعنی رومی نزدیک کی زمین میں مغلوب کئے جائیں گے۔ اور وہ مغلوب ہونے کے بعد پھر غلبہ پائیں گے۔

یہ پیشگوئی دو دفعہ بڑی شان سے پوری ہوئی۔ ایک دفعہ تو جنگِ بلقان میں جب ترکوں کے پاس صرف قسطنطنیہ رہ گیا تھا۔ اور ان کی فوجیں شتلجہ تک جو مضافات قسطنطنیہ سے ہے۔ واپس آ گئی تھیں۔ کہ بعض غیبی سامانوں کی وجہ سے دشمن جو بڑھا چلا آتا تھا۔ پسپا ہو گیا۔ اور ترکوں نے اڈریا نوپل اور اس کا علاقہ دوبارہ لے کر اس پر قبضہ کر لیا۔

دوسری دفعہ جنگِ عظیم کے بعد جب ایشیائے کوچک میں سمرنا کی طرف سے یونانیوں نے اپنی فوجیں اتار دیں۔ اور ملک دباتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ آخر کمال پاشا اٹھا۔ اور اس نے ان کو واپس دھکیلنا شروع کیا۔ اور آخر وہ گت بنائی۔ کہ یونان کی تمام افواج جو ادنی الارض میں پھیلی ہوئی تھیں بخت ناکام و نامراد اور شکست خوردہ ہو کر اس ملک سے نکال دی گئیں۔

(۲۶)

ایک مشرقی طاقت۔ اسی طرح الہام "ایک مشرقی طاقت اور کوریا کی نازک حالت" جو سنہ ۱۹۰۴ء میں ہوا۔ اب تک اپنی صداقت کو ظاہر کر رہا ہے۔

(۲۷)

عرب کے مصالح:۔ ۷۔ ستمبر سنہ ۱۹۰۵ء وحی الٰہی "مصالح العرب" نازل ہوئی۔ یعنی عرب کے مصالح۔ پس ایسا ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے ایک مدت بعد مصلحت الٰہی نے عرب میں بہتری اور اصلاح کی صورت اس طرح پیدا کی۔ کہ پرانی بادشاہت جس میں نہایت درجہ بدانتظامی اور لوٹ مار اور تکلیفیں تھیں۔ اسے ہٹا کر ایک نئی بادشاہت قائم کی جس کی وجہ سے نہ صرف مقامی لوگوں کو بلکہ تمام دنیا کے حجاج کو آرام اور سہولتیں میسر آ گئیں۔ فالحمد للہ

(۲۸)

۱۶۔ مارچ کو پہلے رویا میں دیکھا۔ کہ "ایک شخص اپنی جماعت میں سے گھوڑے سے گر پڑا"۔ یہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ کے گھوڑے پر سے گرنے سے پورا ہوا۔ ساتھ ہی تھوڑی دیر کے بعد الہام ہوا۔ کہ "استقامت میں فرق آ گیا"۔ یہ غیر مبایعین کا نقشہ دکھایا ہے۔ جنہوں نے ان دنوں میں خلیفہ اول کی بیعت کے بعد پھر اُن کے مقابل مخالفت شروع کر دی۔

(۲۹)

"تائی آئی"۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک مشہور الہام ہے تائی صاحبہ مرحومہ حضرت صاحب کی بھاوج تھیں۔ اور عمایتی کی بہن۔ اور مخالفت میں ہمیشہ پیش پیش رہتی تھیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ [illegible] ان دو مختصر لفظوں میں یہ پیشگوئی ہے۔ کہ ہماری بھاوج اس سلسلہ میں داخل ہو جائیں گی۔ اور اس شخص کے زمانہ میں داخل ہوں گی۔ جس کی وہ تائی ہوں گی۔

(۳۰)

جناب مرزا سلطان احمد صاحب:۔ اسی ضمن میں مکرم مرزا سلطان احمد صاحب کا احمدیت قبول کر کے پھر اس سال مبایعہ کرنے پر بیعتِ خلافت کرنا بھی حضرت صاحب کی صداقت کا ایک بڑا نشان ہے۔ اور اس کے آثار بھی پہلے موجود تھے۔ چنانچہ حضور کے ایک رویا کا حصہ درج ذیل ہے:۔

۳۔ اپریل سنہ ۱۹۰۵ء کو دیکھا۔ کہ مرزا نظام الدین کے مکان پر مرزا سلطان احمد کھڑا ہے۔ اور سب لباس سرتاپا سیاہ ہے۔ ایسی گاڑھی سیاہی۔ کہ دیکھی نہیں جاتی۔ اس وقت معلوم ہوا۔ کہ یہ ایک فرشتہ ہے۔ جو سلطان احمد کا لباس پہن کر کھڑا ہے۔ اس وقت میں نے گھر میں مخاطب ہو کر کہا۔ کہ "یہ میرا بیٹا ہے"..... (حالانکہ اس سے پہلے عاق کرنے کا اعلان فرما چکے تھے)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی بھی ایک رویا ہے۔ جو انہوں نے سنہ ۱۹۰۳ء میں حضرت اقدس کی مجلس میں سنائی اور البدر میں ۲۰ فروری سنہ ۱۹۰۳ء میں چھپ چکی ہے یعنی "میں نے رات کو خواب میں دیکھا۔ کہ سلطان احمد صاحب آئے ہوئے ہیں"۔

(۳۱)

پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنیکے دن (سنہ ۱۹۰۶ء) اس الہام کے بعد نہ صرف یہ کہ اس کے بعد کے بہار کے موسم میں سخت سردی اور برفباری ملک میں پڑی۔ بلکہ میں دیکھتا ہوں۔ کہ قریباً ہر سال بہار کے موسم کے شروع میں نسبت کے بعد ایک دفعہ سخت سردی کا ایسا ہو جاتا ہے۔ جو بالکل موسم کے لحاظ سے غیر معمولی ہوتا ہے۔

(۳۲)

"یدعون لک ابدال الشام"۔ یہ الہام سنہ ۱۹۰۵ء میں ہوا اور ایک الہام کا ٹکڑا ہے۔ یعنی تیرے لئے ملک شام کے ابدال دعا کرتے ہیں سو چالیس سال کے بعد اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملک شام میں اس سلسلہ کی کئی جماعتیں قائم ہو گئیں۔ جو حضور پر صلوٰۃ وسلام بھیجتے رہتے ہیں ابدال ان کو اس لئے کہا گیا۔ کہ انہوں نے اپنا غلط طریقہ بدل کر ایک نئی تبدیلی اس سلسلہ میں داخل ہو کر کی۔ اس لئے ابدال کہلائے۔ یہ وحی اس زمانہ کی ہے کہ ملک شام میں کوئی فرد بشر حضور علیہ السلام کا نام تک بھی نہیں جانتا تھا۔

(۳۳)

"تیری نسل بہت ہو گی۔ اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤنگا"۔ (۲۰ فروری سنہ ۱۸۸۶ء)

جس وقت یہ اشتہار دیا گیا تھا۔ اس وقت حضرت مسیح موعودؑ کے ہاں دو لڑکے تھے۔ پھر وفات کے وقت آپ نے نو کس اپنی اولاد سے چھوڑے۔ اور اب بفضلہٖ تعالیٰ ۵۵ نفوس آپ کی ذریت کے موجود ہیں۔ ماشاء اللہ۔ اللھم زد فزد

(۳۴)

اور "ہر ایک شاخ تیرے جدی بھائیوں کی کاٹی جائیگی۔ اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہو جائے گی"۔ (ایضاً) صدق اللہ۔ اب ان میں سے صرف ایک فرد موجود ہے۔ اور وہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آل میں داخل ہو گیا ہے۔

(۳۵)

بلاءِ دمشق سنہ ۱۹۰۶ء۔ یعنی دمشق کی مصیبت:۔ جو چند سال ہوئے۔ اس شہر پر وارد ہوئی۔ کہ وہ شہر جو صدیوں سے نہایت بارونق اور سرسبز تھا۔

فرانسیسیوں کی گولہ باری اور آپس کے کشت و خون سے تباہ ہو گیا تمام انگریزی اخبار اس آفت کو Tragedy of Damascus کے عنوان کے ماتحت بیان کرتے رہے ۔

(۳۶)

سفرِ دمشق۔ اسی طرح آپؑ نے سرالخلافہ عربی میں لکھا۔ کہ :- "پھر مسیح موعود یا اس کے خلیفوں میں سے ایک خلیفہ سفر کرکے دمشق جائے گا" سو یہ بات ۱۹۲۴ء میں حضرت خلیفۃ ثانی کے دمشق تشریف لے جانے سے پوری ہوئی ۔

(۳۷)

عبدالحکیم خان ڈاکٹر کے لئے جو الہامات تھے۔ ان میں ایک اس کے انجام کے متعلق یہ بھی تھا۔ کہ "فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے"۔ سو اس "کھینچی ہوئی تلوار" یعنی سیف مسلول نے ایسا اثر دکھایا۔ کہ وہ آخر کار مسلول ہو کر اس جہان سے خائب و خاسر رخصت ہوا۔ چنانچہ عربی الفاظ یہ ہیں :- ایہا العدو ان سیف الملائکۃ مسلول امامک (استفتا حقیقۃ الوحی ص۸۵)

(۳۸)

حضرت مسیح موعود کا نام دُنیا کے کناروں تک۔ ھو بمنزلۃ توحیدی و تفریدی فکاد ان یعرف بین الناس نیز یہ کہ "میں تیری تبلیغ کو دُنیا کے کناروں تک پہونچا دُوں گا"۔ یہ بہت ابتدائی الہام ہیں۔ جن کے معنے ہیں۔ کہ اب خدا تجھے لوگوں میں مشہور کرے گا۔ سو آپؑ کا نام اور آپؑ کی تبلیغ آخر عمر اور پھر وفات کے بعد ایران۔ بخارا۔ روس۔ امریکہ۔ افریقہ۔ سماٹرا۔ چین۔ یورپ۔ دمشق۔ ماریشس۔ آسٹریلیا وغیرہ میں جا پہونچی۔ پھر حضرت خلیفۃ ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ولایتی وفد پر تو لنڈن کے اخبارات کی معرفت آپؑ کی تصویر اور نام دنیا کے ہر گوشہ اور ہر ملک میں پہونچ گئے۔ اور کسی براعظم کا کوئی حصہ خالی نہیں رہا۔ جہاں ان کو اخبارات نے آپؑ کا نام۔ آپؑ کا دعوےٰ۔ اور آپؑ کے سلسلہ کا ذکر نہ پہونچا دیا ہو ۔

(۳۹)

دُنیا و آخرت کی عزت "وجیھا فی الدنیا والاخرۃ" :- دُنیا اور آخرت میں عزت والا ۔ سو دُنیا کی عزت پہلے تو اس وقت ظاہر ہوئی جب حضورؑ کے وصال کے بعد تمام اخبارات نے خواہ وہ مخالف مسلمان تھے۔ یا ہندو۔ یا عیسائی اور انگریز آپؑ کے حیرت انگیز کارناموں اور کمالات کے اقرار میں نہایت زبردست مضامین لکھے۔ جو آج تک محفوظ ہیں۔ اور اس طرح آپؑ کی عزت کا دُنیا کے لوگوں نے اقرار کیا۔ اور آخرت کی عزت کا تو کیا ہی کہنا ۔

(۴۰)

"داغِ ہجرت"۔ اس کا ایک مطلب پہلے بیان ہوا۔ دُوسرا مفہوم اس وقت پُورا ہوا۔ جب مسلمانوں میں ایک پولیٹیکل شورش کی وجہ سے "ہجرت" کا شوق پیدا ہوا۔ اور ہزاروں آدمی بیٹھے بٹھائے بے خانماں ہو گئے کاروبار ملازمتیں اور جائدادیں خواہ مخواہ برباد کر کے ہجرت کا وہ داغ اُٹھایا۔ کہ آج تک یاد کرتے ہیں ۔

(۴۱)

سفید پرندے "میں نے دیکھا۔ کہ میں شہر لنڈن میں ایک ممبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں۔ بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے۔ جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور اُن کے رنگ سفید تھے"۔ یہ پیشگوئی انگلستان میں مسجد کے بننے اور مبلغین کے تقرر اور انگریزی رسالہ کے شائع ہونے اور بہت سے انگریزوں کے اسلام لانے۔ اور حضرت خلیفۃ ثانی کا ولایت جا کر احمدیت پر مضمون پیش کرنے سے پوری ہوئی ۔

(۴۲)

روس میں زلزلہ۔ "دبدبہ خسروی ام شد بلند۔ زلزلہ در گورِ نظامی فگند" یعنی میری بادشاہت کا دبدبہ اتنا بلند ہوا۔ کہ نظامی کی قبر میں بھی زلزلہ آگیا۔ نظامی کی قبر روس کے شہر گنجہ میں ہے۔ اور اس سے وہ زلزلہ مُراد ہے۔ جو حضور کی اس پیشگوئی کے مطابق ملک روس میں آیا۔ اور تمام نظامِ سلطنت نے عجیب طرح پلٹا کھایا۔ جس سے روس کی سرزمین ہل گئی ۔

(۴۳)

قادیان کی ترقی "ہم نے کشف میں دیکھا۔ کہ قادیان ایک بڑا عظیم الشان شہر بن گیا۔ اور انتہائی نظر سے بھی پرے تک بازار نکل گئے ....." (الحکم جلد ۶ نمبر ۱۵) جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات ہوئی۔ تو ایک مکان بھی قصبہ سے باہر نہ تھا۔ پھر آج دیکھ لو کہ سٹیشن تک اور موضع بھینی تک اور احمد آباد تک مکانات کی قطاریں چلی جاتی ہیں۔ اور ہر سال ترقی ہے۔ اور ایک نیا شہر قادیان سے باہر تعمیر ہو گیا ہے۔ اسی طرح قادیان میں بسبب بڑا شہر بننے کے ریل اور تار وغیرہ لوازمات بھی ضمناً آ گئے ۔

(۴۴)

قادیان میں ریل۔ اسی طرح قادیان میں ریل آنے کے متعلق ایک رویا ہے۔ جو دو دفعہ فاروق میں چھپ چکی ہے۔ جس میں حضرت صاحب نے دیکھا۔ کہ "میں قادیان کے بازار میں ہوں۔ اور ایک گاڑی پر سوار ہوں۔ جیسے کہ ریل گاڑی ہوتی ہے"۔ .....

(۴۵)

"ایک فرشتہ ایک چھوٹی عمر کا بیٹھا ہے۔ اور ایک عجیب روٹی نان کی شکل چمکتی ہوئی اس کے ہاتھ میں ہے۔ وہ روٹی بہت ہی عمدہ اور اعلےٰ قسم کی نظر آتی ہے۔ مجھے وہ روٹی دے کر کہتا ہے۔ کہ یہ تمہارے لئے اور تمہارے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے"۔ (البشریٰ) جن لوگوں نے اس رویا کو اپنی ظاہری شکل پر حضرت خلیفۃ ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی مراجعت از انگلستان کے موقعہ پر پورا ہوتے دیکھا ہے۔ صرف وہی اس کا لطف اُٹھا سکتے ہیں۔ اور حقیقت یہی ہے۔ کہ جس لنگر میں حضورؑ کے زمانہ میں زیادہ سے زیادہ چند صد نفر کو روٹی ملتی تھی۔ اب ایک ایک وقت جلسہ کے ایام میں وہاں بیس بیس ہزار انسان اس روٹی کو کھاتا ہے ۔

(۴۶)

اذا جاء نصر اللہ والفتح ...... (سورۃ) اس کے مطابق مغربی افریقہ میں ایک فوج ہزارہا کفار کی ۱۹۲۰ء میں مولوی نیر کے ہاتھ پر مسلمان ہوئی۔ اور ہر سال اور خصوصاً ہر جلسہ کے موقعہ پر کئی پلٹنوں کے برابر گنتی میں لوگ داخلِ جماعت ہوتے رہتے ہیں۔ اور سلسلہ کی ترقی ہوتی رہتی ہے۔ جیسے یہ بھی فرمایا تھا۔ کہ "میں تیرے خالص اور دِلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤنگا۔ اور اُن کے نفوس اور اموال میں برکت دُونگا۔ اور ان میں کثرت بخشونگا ....." (غیر مبائعین غور کریں)

(۴۷)

"تحفۃ الملوک" (۲۶- فروری ۱۹۰۶ء) یہ الہام حضرت خلیفۃ ثانی کے وقت پورا ہوا۔ جب تحفہ امیر اور تحفۃ الملوک اور تحفہ شاہزادہ ویلز کے ذریعہ اُردو اور فارسی اور انگریزی زبانوں میں بادشاہوں کو تبلیغ اور حجت پوری کی گئی ۔

(۴۸)

"میرا پہلا لڑکا جو زندہ موجود ہے جس کا نام محمود ہے۔ ابھی وہ پیدا نہیں ہوا تھا۔ جو مجھے کشفی طور پر اس کے پیدا ہونے کی خبر دی گئی۔ اور میں نے مسجد کی دیوار پر اس کا نام لکھا ہوا یہ پایا کہ محمود"۔ اب اس کشف کی صداقت کو آپؑ کی وفات کے بعد پورا ہوا دیکھنے کے لئے جو چاہے۔ وہ لنڈن محلہ پٹنی میں مسجد لنڈن کی دیوار پر اس نام کو لکھا ہوا دیکھ آئے۔ اور خدا تعالےٰ کے عجیب در عجیب غیب اور قدرت پر ایمان لائے ۔

(۴۹)

سخت زلزلے آئیں گے۔ ان شہروں کو دیکھ کر رونا آئیگا۔ یہ زلزلے حضورؑ کے بعد جاپان۔ اٹلی۔ امریکہ اور کئی دیگر ممالک میں آئے۔ اور ان کے ساتھ ایسی تباہیاں آئیں۔ کہ اخباروں میں صرف حالات پڑھ کر ہی رونا آتا تھا۔ علی الخصوص جاپان کا دارالسلطنت اور ایک بہت بڑا آباد علاقہ بُری طرح تباہ ہوا۔ نیوزیلینڈ میں جو تباہ کن زلزلہ آیا ہے۔ وہ ابھی کل کی بات ہے ۔

(۵۰)

صحن میں ندیاں چلیں گی نیز سیلاب کی دیگر پیشگوئیاں موجود ہیں۔ ان کے مطابق حضور علیہ السلام کے بعد جمنا۔ سندھ۔ گومتی۔ بمبیئی۔ موسیٰ ندی اور دنیا کے دیگر مختلف دریاؤں میں تباہ کن سیلاب آئے۔ جن سے بہت بربادی ہوئی ۔

(۵۱)

جنگ عظیم کی پیشگوئی جس کی بابت یہ ذکر ہے۔ "کشتیاں چلتی ہیں تا ہوں کشتیاں"۔ "وہ وعدہ ٹلے گا نہیں جب تک خون کی ندیاں چاروں طرف سے بہہ نہ جائیں"۔ نیز دیکھو پیشگوئی مندرجہ نظم در براہین احمدیہ حصہ پنجم ۔

۵۲ - آخر میں [illegible] عظیم الشان نشان [illegible] حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ [illegible] تفصیلی الہامات [illegible] بیان [illegible] واقف ہیں ۔

"المنارۃ البیضاء شرقی دمشق" کی حقیقت

دمشق میں نزولِ مسیح کا خیال عیسائیوں نے پیدا کیا ہے

از کلمۂ منارۂ شرقی عجب دارم * چوں خور دمشرق است تجلّی نیرّم (المسیح الموعودؑ)

(صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر مضمون لکھنے کی الفضل کی تحریک پر مسجد اقصیٰ میں المنارۃ المسیح کے پاس بیٹھ کر یہ مضمون لکھا گیا)

(از جناب مولوی اللہ دتا صاحب - مولوی فاضل)

انبیاء کے مخالف ان کی بعثت اور مقام بعثت پر ہمیشہ معترض رہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالفین نے کہا۔ لولا نزل ھذا القرآن علےٰ رجل من القریتین عظیم (زخرف رکوع ۳) کیوں یہ قرآن کسی بڑے آدمی پر نازل نہ ہوا۔ گویا انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت کو اس بڑی نعمت کا مستحق قرار نہ دیا۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے معاند نتن ایل کا قول آج تک اناجیل میں درج ہے۔ کہ "کیا ناصرہ سے کوئی اچھی چیز نکل سکتی ہے" (یوحنا ۱ب) گویا اس کی نظر میں وہ مقام اس قابل نہ تھا۔ کہ وہاں سے خدا کا برگزیدہ پیدا ہو۔ سب مرسلین کے متعلق دنیا کے فرزندوں کا یہی وطیرہ رہا۔ چنانچہ آج کل بھی بعض نادان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکار کرتے ہوئے کہہ دیا کرتے ہیں۔ "اگر نبی آنا ہی تھا۔ تو کیا پنجاب میں اور قادیان میں آنا تھا۔" گویا ان کے نزدیک بھی پنجاب اور قادیان سے کوئی اچھی چیز نہیں نکل سکتی۔ حالانکہ صاف بات ہے۔ کہ شخصیت اور مقام کا انتخاب اللہ تعالےٰ نے اپنے قبضہ میں رکھا ہے۔ فرمایا:- اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ (انعام ع ۱۵)

دمشقی منارہ کا اعتراض

بعض لوگ اس انکار کی وجہ وہ حدیث قرار دیتے ہیں جس میں ذکر ہے۔ کہ مسیح موعود کا نزول "عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق" ہوگا۔ وہ کہتے ہیں۔ آنے والے موعود کو دمشق کے سفید منارہ پر نازل ہونا چاہیئے تھا۔ اس لئے قادیان سے ظاہر ہونے والا مسیح صادق نہیں۔ میرے نزدیک اس حدیث کے جواب میں ہمیں لفظ نزول کی بحث میں پڑنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ اوّل تو آیاتِ قرآنیہ انزلنا الحدید۔ وانزل لکم من الانعام ثمانیۃ ازواج۔ وان من شیءٍ الّا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الّا بقدرٍ معلوم۔ سے ہی ظاہر ہے۔ کہ نزول کے معنے آسمان سے جسم سمیت اترنا نہیں۔ بلکہ خدا تعالےٰ کے حکم اور قدرت سے پیدا ہونا مراد ہوتا ہے خود حضرت سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق قرآن مجید میں آتا ہے:- قد انزل اللہ الیکم ذکراً رسولاً (الطلاق ع ۲) حالانکہ آپ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ دوم جس طرح حدیث متنازع فیہ میں لفظ نزول ہے۔ ویسے ہی دوسری احادیث میں مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کے لئے لفظ "خروج" بھی آیا ہے۔ (ابن ماجہ باب الآیات) جس سے ظاہر ہے۔ کہ یہ نزول بمعنی خروج ہی ہے۔ سوم المنارۃ البیضاء والی حدیث بھی بتا رہی ہے۔ کہ اس جگہ نزول سے مراد آسمان سے اترنا نہیں ہے چنانچہ وہاں یہ لفظ ہیں:- بینما ھم کذالک اذ بعث اللہ عیسٰی بن مریم فینزل عند المنارۃ البیضاء الخ یعنی یاجوج ماجوج اپنی ترقی پر ہوں گے۔ کہ اللہ تعالےٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث کر دے گا۔ اور وہ سفید منارہ کے پاس نزول فرمائیں گے۔ گویا مبعوث کرنے کا پہلے ذکر ہے۔ اور نزول کا بعد میں الغرض اس مضمون میں زیر بحث امر صرف یہ ہے۔ "المنارۃ البیضاء شرقی دمشق" کا مطلب کیا ہے؟

جائے نزول میں اختلاف روایات "المنارۃ البیضاء" والی روائت کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل مقامات کو بھی مسیح موعود کی جائے نزول بتایا گیا ہے۔

اوّل بیت المقدس۔ ابن ماجہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ذیل مروی ہیں "جلھم ببیت المقدس و امامھم رجل صالح" فبینما امامھم قد تقدم یصلی بھم الصبح اذ نزل علیھم عیسٰی بن مریم الصبح" یعنی اکثر عرب بیت المقدس میں ہوں گے اور ان کا امام ایک نیک شخص ہوگا۔ ان کا امام صبح کی نماز کے لئے آگے بڑھے گا۔ کہ اچانک ان پر علی الصبح مسیح موعود

صبح کے وقت کی تعیین بھی بتاتی ہے کہ اس کہنے کیا تھا پھر اسلام کا دن طلوع کرے گا۔

نازل ہو جائیں گے (ابن ماجہ باب خروج عیسٰی جلد ۲ صفحہ ۲۶۷)

دوم جبل افیق۔ کنز العمال میں درج ہے:- ینزل اخی عیسٰی بن مریم علی جبل افیق (کنز العمال جلد ۷) کہ مسیح موعود افیق پہاڑ پر نازل ہونگے۔

سوم۔ معسکر المسلمین۔ یعنی مسلمانوں کے لشکر کو مسیح کا جائے نزول لکھا گیا ہے۔ چنانچہ مسلم کی ایک روائت میں لکھا ہے:-

"فبینما ھم یعدون للقتال یسوون الصفوف اذا اقیمت الصلاۃ فینزل عیسٰی بن مریم فامّھم" مسلمان جنگ کے لئے تیار ہو رہے ہوں گے صفیں باندھے برابر کھڑے ہوں گے۔ کہ نماز کے لئے بحالت جنگ ہی تکبیر ہو جائیگی تب وہاں عیسٰے بن مریم نازل ہونگے۔ اور ان لوگوں کے امام ہونگے (مشکوٰۃ کتاب الفتن صفحہ ۴۶۶)

چہارم اردن۔ حافظ ابن کثیر مقامات نزول مسیح کے ذکر میں فرماتے ہیں:- وفی روایۃ بالاردن ایک روائت میں جائے نزول اردن بتایا گیا ہے۔ (حاشیہ ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۲۶۵)

ناظرین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا۔ کہ مسیح کے مقام نزول میں شدید اختلاف ہے۔ خود صحیح مسلم میں ایک طرف مسیح کا نزول المنارۃ البیضاء پر بتایا گیا ہے۔ اور دوسری طرف ان کا نزول اسلامی لشکر گاہ میں مقرر کیا گیا ہے۔ ابن ماجہ میں بیت المقدس کی مسجد یعنی مسجد اقصےٰ ان کا نزول گاہ مذکور ہے۔ اور کنز العمال والے انہیں جبل افیق پر اتار رہے ہیں۔ حافظ ابن کثیر ان کے اترنے کی جگہ اردن بھی بتا رہے ہیں۔ اس کھلے کھلے اختلاف سے بوجود مسیح موعود کو دمشق میں ہی اترتے دیکھنے کی امید خام اور انتظار بے سود ہے۔

متعدد مقامات اور محدثین

علامہ سندی لکھتے ہیں:- وقال الحافظ ابن کثیر قد ورد فی بعض الاحادیث ان عیسٰی علیہ السلام ینزل ببیت المقدس وفی روایۃ بالاردن وفی روایۃ بمعسکر المسلمین واللہ اعلم" (ابن ماجہ مطبوعہ مصر حاشیہ جلد ۲ صفحہ ۲۶۵) کہ حافظ ابن کثیر نے کہا ہے۔ بعض احادیث میں آیا ہے مسیح بیت المقدس میں نازل ہوگا۔ ایک روایت میں ہے۔ اردن میں نازل ہوگا۔ ایک روائت میں ہے۔ مسلمانوں کے لشکر میں اتریگا اللہ ہی خوب جانتا ہے"

ناظرین کرام! حافظ ابن کثیر کا متعدد روایات کو ذکر کر کے "اللہ اعلم" کہنا صاف بتا رہا ہے۔ کہ ان کے نزدیک مسیح کی جائے نزول ایک معمّہ ہے۔ اور اس اختلاف کا حل ان کے نزدیک مشکل ہے۔ امام جلال الدین السیوطی کا قول ہے:- "حدیث نزول عیسٰی ببیت المقدس عند المصنف ھو ارجح ولا ینافیہ سائر الروایات لان بیت المقدس ھو شرقی دمشق" (ابن ماجہ حاشیہ جلد ۲ صفحہ ۲۶۵)

کہ صاحب ابن ماجہ کے نزدیک بیت المقدس میں نزول عیسیٰ کی روایت موجود ہے۔ اور یہی سب سے راجح ہے۔ باقی روایات اس کے منافی نہیں۔ کیونکہ بیت المقدس دمشق کے مشرق میں ہے۔ محدث ملا علی قاری بھی سیوطی کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"قلت حدیث نزولہ ببیت المقدس عند ابن ماجہ وھو عندی ارجح ولا ینافی سائر الروایات لان بیت المقدس شرقی دمشق (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۱۹۷)

میں کہتا ہوں مسیح کے بیت المقدس میں نازل ہونے کی حدیث ابن ماجہ میں مروی ہے۔ اور وہی میرے نزدیک سب سے راجح ہے۔ اور باقی روایات سے مخالف بھی نہیں۔ کیونکہ بیت المقدس دمشق سے مشرق میں ہے۔

ان حوالجات سے ظاہر ہے۔ کہ محدثین نے خود اس اختلاف روایات کو محسوس کیا ہے۔ اور انہیں اس کی تطبیق کا خیال پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ امام سیوطی نے شرقی دمشق سے مراد دمشق کا مشرق قرار دیکر بیت المقدس کی روایت کو ترجیح دی ہے۔ اور علامہ سندی اور محدث ملا علی قاری نے اسی تطبیق کو نقل کر کے بتا دیا۔ کہ ان کے نزدیک بھی اگر کوئی توجیہ ہو سکتی ہے۔ تو صرف یہی۔ کہ "شرقی دمشق" سے مراد دمشق کا مشرق ہے

اختلاف کے حل کرنے کا طریق

احادیث کا یہ اختلاف ایک محقق کی نظر میں ضرور قابل توجہ ہے اس تعارض کو دور کرنے کے لئے یا تو "اذا تعارضا تساقطا" کے اصول کے مطابق سب احادیث کو پایۂ اعتبار سے ساقط مان لیا جائے۔ یا پھر کسی ایک کو ترجیح دی جائے۔ اور اس لحاظ سے امام سیوطی۔ ملا علی قاری۔ علامہ سندی نے بیت المقدس والی روایت کو ارجح قرار دیا ہے۔ یا پھر کوئی ایسی تاویل کی جائے۔ جس سے ان میں تطبیق ہو سکے۔ ان تین طریقوں میں سے کوئی ایک طریق اختیار کر لیا جائے بہرحال دمشق کی تعیین قائم نہیں رہ سکتی۔ اور لفظ دمشق پر ہی اصرار کرنا سراسر غلطی ہے۔

دمشق کا مینار

جس وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ الفاظ فرمائے۔ دمشق میں کوئی مینار نہ تھا۔ بلکہ بعد میں لوگوں نے ایسا مینار قائم کیا ہے۔ اس پر بھی متعدد حوادث گزر چکے ہیں۔ ابن کثیر نے لکھا ہے:۔ قد وجدت منارۃ فی زماننا فی سنۃ احدی واربعین وسبعمائۃ من حجارۃ بیض"

(حاشیہ ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۵) کہ سن ۷۴۱ ہجری میں ہمارے زمانہ میں وہاں پر ایک مینار سفید پتھروں کا موجود ہے۔

جن لوگوں نے بیت المقدس کو مسیح کے نزول کی جگہ قرار دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ اگرچہ ابھی تک بیت المقدس میں کوئی ایسا مینار نہیں۔ لیکن بعد میں پیدا ہو سکتا ہے چنانچہ محدث ملا علی قاری نے درج کیا ہے۔ کہ

"وان لم یکن فی بیت المقدس الآن منارۃ فلا بد ان تحدث قبل نزولہ واللہ تعالےٰ اعلم۔ (مرقاۃ جلد ۵ صفحہ ۱۹۷)

اب یہ امر روشن ہو گیا۔ کہ پیشگوئی کے وقت نہ دمشق میں المنارۃ البیضاء تھا۔ اور نہ ہی بیت المقدس میں۔ بہرحال اسے بعد میں بنایا گیا۔ یا بنایا جائے گا۔ اور اس کو مسیح موعود کے ساتھ ایک نسبت ہوگی۔ اس حقیقت سے یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ کسی پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے کوشش کرنا جائز ہے۔ اور پہلے مسلمان بھی کرتے رہے ہیں۔ جن لوگوں کا یہ خیال ہوا۔ کہ مسیح خاص دمشق میں ہی نازل ہوگا۔ انہوں نے وہاں ایک مینار کھڑا کرنے کی بھی کوشش کی۔ لیکن یہ محض انسانی تجویز اور قیاس تھا۔ اس لئے ضروری نہ تھا۔ کہ خدا تعالےٰ اس کی پابندی کرتا۔

مسیح کے جائے نزول کے متعلق ہمارا اعتقاد

میں اوپر لکھ چکا ہوں۔ کہ بزرگان سلف نے مسیح موعود کی نزول گاہ کے متعلق متعدد روایات پا کر حیرت کا اظہار کیا ہے۔ حافظ ابن کثیر "المنارۃ البیضاء شرقی دمشق" والی روایت پر ھذا ھو الاشھر فی موضع نزولہ" فرماتے ہیں۔ اور السیوطی ملا علی قاری وغیرہ مسجد بیت المقدس کے نزول گاہ بننے والی حدیث کو "ارجح الروایات" قرار دیتے ہیں۔ لیکن ان دونوں فریق میں کسی نے بھی اپنی بات پر ضد نہیں کی۔ بلکہ اپنے قیاس اور فہم کی بناء پر ایک حد تک تعیین کی ہے۔ لیکن بالآخر واللہ تعالیٰ اعلم فرما کر حقیقت حوالہ بخدا کر دی ہے۔ کیونکہ وہ خوب جانتے تھے۔ کہ پیشگوئی کے ظہور سے قبل اس کی کنہ کو جاننا انسانی علم کا کام نہیں جس طرح اللہ تعالےٰ ظاہر فرمائے گا ہم تسلیم کریں گے پہلی امتوں نے الٰہی وعدوں کے متعلق اپنی تعیین پر ضد کر کے ٹھوکر کھائی۔ اور اللہ تعالےٰ کے مرسلین کے منکر ہو گئے۔ کاش کہ ہمارے مخالف سلف کے اس محتاط طرز عمل سے سبق حاصل کرتے۔ اور فرحوا بما عندھم من العلم کے مصداق بنکر مسیح وقت کا انکار کر دیتے۔ اور استعارات کو حقیقت پر محمول نہ کرتے۔ ہمارا مسلک اس باب میں بہت محفوظ ہے۔ ہم تنقیدی طور پر "جبل افیق" اور "لد" اور "دق" والی روایت کو علی الظاہر کمزور مانتے ہیں۔ لیکن غیر احمدی علماء کے لئے یہ اختلاف ناقابل تطبیق ہے۔ کیونکہ وہ مناظرات میں جبل افیق کا بھی ذکر کیا کرتے ہیں۔ ان ہمارے نزدیک باقی تین روایات یعنی المنارۃ البیضاء شرقی دمشق مسجد اقصےٰ بیت المقدس۔ اور معسکر المسلمین والی بلحاظ اسناد ضرور مستحق توجہ ہیں۔ لیکن حدیث کی صحت اور فہم کے لئے جس طرح روائت کا لحاظ ضروری ہے۔ ویسا ہی درائت کا خیال بھی نہایت اہم ہے۔ چنانچہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے بھی ابن جوزی کا قول بطور حجت نقل کیا ہے۔ یعنی:۔

"ابن جوزی نے کہا ہے۔ کہ جس حدیث کو دیکھو۔ کہ عقل یا اصول مسلمہ کے خلاف ہے۔ تو جان لو کہ وہ مصنوعی ہے۔ اس کی نسبت اس بحث کی ضرورت نہیں۔ کہ اس کے راوی معتبر ہیں۔ یا غیر معتبر" (اہلحدیث ۲۲ر نومبر ۱۹۲۹ء صفحہ ۳)

اب اس اصول کے زیر نظر ہمیں ان احادیث کی تصدیق یا تاویل کرنی ضروری ہے۔ بلحاظ حقیقت ان میں تطابق مشکل ہے اس لئے حقیقت کے متعذر ہونے کی حالت میں مجاز مراد ہوگا۔

مسیح موعود کا جائے نزول مشرق ہے

بخاری کی ایک حدیث میں آیا ہے۔ کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رویا میں دیکھا۔ کہ دجال بیت اللہ الحرام کا طواف کر رہا ہے۔ اور اس کے پیچھے پیچھے مسیح موعود بھی بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں۔ یہ منظر دکھایا ہے۔ اور شارحین حدیث نے اس کی توجیہ کی ہے۔ کہ بیت اللہ سے مراد اس جگہ اسلام ہے دجال اس کے مٹانے کے درپے ہوگا۔ اور مسیح موعود اس کی حفاظت کے لئے تگ و دو کرے گا۔ (دیکھو مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۲۰۹ اور مجمع البحار زیر لفظ طوف) اس حدیث سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے۔ کہ مسیح موعود کا نزول دجال کے تعاقب میں اور اس کے ظہور گاہ پر ہوگا۔ اب جب اس امر پر غور کیا جاتا ہے۔ کہ دجال کے ظہور کے لئے احادیث میں کونسا مقام ذکر ہے۔ تو وہ نہ یمن ہے۔ نہ ہی شام۔ بلکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ:۔ "بل من قبل المشرق ماھو واوما بیدہ الی المشرق (رواہ مسلم)

دجال مشرق میں ظاہر ہوگا۔ اور حضور نے دست مبارک سے مشرق کی طرف اشارہ بھی فرمایا۔ پس معلوم ہوا۔ کہ مسیح موعود کے ظہور کی جگہ مدینہ منورہ سے مشرق ہے۔ جس ملک میں دجال کا ظہور ہونا تھا۔ اس حدیث کے مطابق ہی انجیل میں حضرت مسیح کا قول ہے۔ کہ

ؔ بعض امرتسری نادان کہا کرتے ہیں۔ کہ دمشق سے قادیان کس لغت کی رو سے مراد لیتے ہو۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے۔ کہ شرقی دمشق کا لفظ ہے۔ اس کے جس لغت میں بیت المقدس معنے لکھے ہیں۔ وہاں ہی قادیان لکھے ہیں۔ معلوم ہوا شرقی دمشق کا مطلب یہ ہے۔ کہ جانب شرقی۔ اور قادیان جانب شرقی ہی میں واقع ہے۔ منہ

ؔ مسیح خود ایک اسلامی لشکر کا قائد اعظم بننے والا تھا۔ اور مرکز لشکر اسلام کا مقام۔ سو وہ بن گیا۔

" جیسے بجلی پورب سے کوند کر پچھم تک دکھائی دیتی ہے۔ ویسے ہی ابن آدم کا آنا ہوگا" (متی ۲۴/۲۷) بائیبل میں بھی ہے "کس نے صادق کو مشرق سے نکالا"

صحیح مسلم کی اس روایت پر غور کرنے کے بعد جب ہم مندرجہ بالا روایات پر غور کرتے ہیں۔ تو ایک عجیب تطابق نظر آتا ہے۔ المنارۃ البیضاء بے شک نزول مسیح کی جگہ ہے۔ لیکن وہ دمشق خاص کا المنارۃ البیضاء نہیں۔ کیونکہ دمشق مدینہ منورہ سے مشرق میں نہیں۔ یہی توجہ ہے۔ کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ میں المنارۃ البیضاء کوفی دمشق نہیں بتایا گیا۔ بلکہ شرقی دمشق ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی وہ دمشق سے جانب مشرق ہوگا ان دونوں مقاموں کے ملانے سے صاف کھل جاتا ہے۔ کہ مسیح موعود کا جائے نزول وہ جگہ ہے جو مدینہ سے بھی مشرق میں ہے۔ اور دمشق سے بھی جانب مشرق "شرقی دمشق" کے معنے امام سیوطی۔ علامہ سندی وغیرہ نے بھی یہی کئے ہیں۔ کہ وہ مقام دمشق سے مشرقی طرف ہوگا۔ چنانچہ اسی بنا پر انہوں نے بیت المقدس کی مسجد اقصیٰ مراد لی ہے ہمیں ان بزرگوں سے شرقی دمشق کے معنے میں کلی اتفاق ہے اور ہم یہ بھی مانتے ہیں۔ کہ مسجد اقصےٰ کا قرب وجوار ہی اس شرف کا حامل بننے والا تھا۔ لیکن ہمیں اس امر میں دلائل و واقعات کے ماتحت ان سے اختلاف ہے کہ اس مسجد اقصےٰ سے مراد وہ مسجد اقصےٰ ہے۔ جو انبیاء بنی اسرائیل کا قبلہ رہ چکی ہے کیونکہ اول تو بیت المقدس والی مسجد اقصےٰ دمشق سے جانب مشرق نہیں ہے۔ اور نہ ہی بیت المقدس دمشق سے مشرق میں واقع ہے۔ بلکہ بیت المقدس تو دمشق سے جنوب مغرب میں واقع ہے گویا بالکل جانب مخالف میں۔ اس لئے ہم ان بزرگوں کی تطبیق کو تسلیم کرتے ہوئے یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ یہ مسجد اقصےٰ وہی ہو سکتی ہے۔ جو بعد مکانی و زمانی کے مطابق اقصےٰ بھی ہو اور پھر دمشق سے مشرق میں بھی ہو۔ وہ مسجد اقصیٰ جو دمشق سے جانب مغرب میں ہے۔ وہ اس کا مصداق نہیں ہو سکتی۔

دوم:- آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں تشریف رکھتے ہوئے دجال کے ظہور کی جگہ اور الترا مسیح موعود کی بعثت کا مقام لفظاً بھی المشرق قرار دیا۔ اور اشارہ بھی کر کے بتایا۔ تاکہ کسی قسم کا ابہام نہ رہے۔ اب اگر قدیم بیت المقدس کی مسجد اقصےٰ مسیح کی نزول گاہ تسلیم کی جائے۔ تو وہ بھی اس تعیین مشرق سے مخالف ہے۔ کیونکہ بیت المقدس مدینہ شریف سے جانب شمال ہے۔ نہ کہ جانب مشرق

سوم:- وہ پرانی مسجد اقصےٰ ہی اگر مسیح موعود کی نزول گاہ قرار دی جائے۔ جو بنی اسرائیل کی قبلہ ہے۔ تو اس سے مسیح موعود کی غرض بعثت محدود ہو جاتی ہے۔ یعنی لوگ سمجھیں گے۔ کہ وہ مسیح (نعوذ باللہ) اسی قبلہ کو قائم کرنے آئے گا۔ جو پہلے اس کا قبلہ تھا۔ ورنہ مکہ معظمہ، مدینہ منورہ ایسے مقدس مقامات کو چھوڑ کر بیت المقدس میں نازل ہونا کس خاص مصلحت پر مبنی ہے اس طرح سے تو اس کا حامی نصرانیت ہونا ظاہر ہوگا۔ والعیاذ باللہ

ان ہر سہ وجوہات کے ماتحت ضروری ہوگا۔ کہ بیت المقدس والی مسجد اقصیٰ کا خیال چھوڑ کر وہ مسجد اقصےٰ تلاش کی جائے۔ جو مدینہ اور دمشق ہر دو سے جانب مشرق بھی ہو اور اس کے متعلق اسرائیلیت کا کوئی دخل متصور نہ ہو سکے۔

ائمہ حدیث اور خدا تعالیٰ کا تصرف خاص

جب ہم شراح حدیث کی بیان کردہ شروح پر غور کرتے ہیں تو ہمیں اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت نظر آتی ہے۔ ایک طرف تو اکثروں کی یہ تشریح موجود ہے۔ کہ مسجد اقصیٰ والی روایت ارجح ہے۔ اور بعض نے مسجد اقصیٰ کی بجائے شرقی دمشق کی روایت کو اشہر لکھا ہے۔ پھر ہر دو میں تطبیق دیتے ہوئے۔ شرقی دمشق کا مطلب یہی ذکر کیا جاتا رہا ہے۔ کہ مسیح موعود دمشق سے مشرقی سمت نازل ہوگا۔ خواہ اس کا کتنا فاصلہ ہو۔ اور پھر انہوں نے اس تطبیق کے ماتحت بیت المقدس کی مسجد اقصیٰ کو دمشق سے مشرق میں لکھ دیا۔ غالب خیال یہی ہے۔ کہ ان بزرگوں نے خود بھی اس مسجد اقصیٰ اور بیت المقدس سے مراد مسجد اقصیٰ قبلہ انبیاء بنی اسرائیل نہ لیا ہوگا۔ تب ہی تو اس کو دمشق کے مشرق میں قرار دیا۔ لیکن اگر یہ ان سے سہواً لکھا گیا۔ کہ بیت المقدس دمشق سے مشرق میں ہے۔ تو یہ اور بھی تصرف الٰہی ہے۔ ان کی اس غلطی سے بھی واضح ہوگیا۔ کہ شرقی دمشق کے معنے خاص دمشق کا مشرقی حصہ نہیں۔ بلکہ اس سے دمشق کی جانب شرق مراد ہے۔

نیا یروشلم اور نئی مسجد اقصےٰ

اس جگہ اگر یہ سوال ہو۔ کہ وہ کونسا یروشلم ہے۔ جو دمشق اور مدینہ سے جانب مشرق بھی ہے۔ اور پھر اسلام آباد بھی ہے اور وہ کونسی مسجد اقصےٰ ہے۔ جس کا مینار منارۃ المسیح کہلائے گا۔ سو یاد رہے۔ کہ مسجد اقصیٰ کے معنے زیادہ بعد والی کے ہیں۔ اور بعد یا زمانی ہوتا ہے۔ یا مکانی اور سورۃ الجمعہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو بعثتوں کا ذکر ہے۔ ایک امیین میں دوسری آخرین میں۔ یہ آخرین والی بعثت زمانی طور پر بعثت قصوی ہے۔ اور اس بعثت والی مسجد مسجد اقصیٰ ہے۔ بخاری شریف میں اس آخرین منہم کی بعثت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ ہے:- لوکان الایمان عند الثریا لنالہ رجل من ھولاء (کتاب التفسیر) پھر زمانی بعد کے علاوہ مکانی طور پر قادیان مدینہ منورہ سے بیت المقدس کی نسبت بھی دور ہے۔ اس لئے یہ مکان اقصیٰ ہے۔ اور اس جگہ سے مبعوث ہونے والا یقیناً اس پیشگوئی کا مصداق ہے۔ جس کو قرآن پاک نے اصحاب القریۃ کے ذکر میں ضمناً بایں الفاظ بیان فرمایا ہے:- وجاء من اقصی المدینۃ رجل یسعی قال یا قوم اتبعوا المرسلین (یٰس رکوع ۲)

اور اس اقصےٰ المدینۃ سے آنے والے موعود کی مسجد مسجد اقصےٰ ہے اس نئے یروشلم کے ذکر کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں لکھا ہے:- یخرج المھدی من قریۃ یقال لھا کدعہ (جواہر الاسرار) اس باب میں اناجیل کی شہادت بھی عجیب طور پر صادق آتی ہے۔ یوحنا رسول اپنے مکاشفات میں علی الترتیب آنحضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت۔ ہزار برس تک شیطان کو جکڑ دینے پھر دجال اور یاجوج ماجوج کے خروج کا ذکر کرتا ہے۔ اور آخر میں مسیح موعود کے نئے یروشلم کے آسمان سے اترنے کی بشارت دیتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے (الف) "میں نے آسمان کو کھلا ہوا دیکھا۔ اور کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ایک سفید گھوڑا ہے۔ اور اس پر ایک سوار ہے۔ جو سچا اور برحق کہلاتا ہے۔ اور وہ راستی کے ساتھ انصاف اور لڑائی کرتا ہے اور اس کی آنکھیں آگ کے شعلے ہیں۔ اور اس کے سر پر بہت سے تاج ہیں۔ اور اس کا ایک نام لکھا ہوا ہے۔ جسے اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اور وہ خون کی چھڑکی ہوئی پوشاک پہنے ہوئے ہے اور اس کا نام کلام خدا کہلاتا ہے۔ اور آسمان کی فوجیں سفید گھوڑوں پر سوار اور سفید اور صاف مہین کتانی کپڑے پہنے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے ہیں۔ اور قوموں کے مارنے کے لئے اس کے منہ سے ایک تیز تلوار نکلتی ہے۔ اور وہ لوہے کے عصا سے ان پر حکومت کرے گا۔ اور قادر مطلق خدا کے سخت غضب کی مے کے حوض میں انگور روندیگا۔ اور اس کی پوشاک اور ران پر یہ نام لکھا ہوا ہے۔ بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند"
(مکاشفہ ۱۹/۱۱-۱۶)

(ب) "پھر میں نے ایک فرشتے کو آسمان سے اترتے دیکھا۔ جس کے ہاتھ میں اتھاہ گڑھے کی کنجی اور ایک بڑی زنجیر تھی۔ اس نے اس اژدہے یعنی پرانے سانپ کو جو ابلیس اور شیطان ہے پکڑ کر ہزار برس کے لئے باندھا۔ اور اسے اتھاہ گڑھے میں ڈال کر بند کر دیا۔ اور اس پر مہر کر دی۔ تاکہ وہ ہزار برس کے پورے ہونے تک قوموں کو پھر گمراہ نہ کرے۔ اس کے بعد ضرور ہے۔ کہ تھوڑے عرصے کے لئے کھولا جائے" مکاشفہ ۲۰/۱-۳

(ج) اور جب ہزار برس پورے ہو چکیں گے۔ تو شیطان قید سے چھوڑ دیا جائے گا۔ اور ان قوموں کو جو زمین کے چاروں طرف ہونگی یعنی یاجوج و ماجوج کو گمراہ کر کے لڑائی کے لئے جمع کرنے کو نکلیگا ان کا شمار سمندر کی ریت کے برابر ہوگا۔ اور وہ تمام زمین پر پھیل جائینگی۔ اور مقدسوں کی لشکر گاہ اور عزیز شہر کو چاروں طرف سے

گھیر لینگی اور آسمان پر سے آگ نازل ہو کر انہیں کھا جائے گی"

(مکاشفہ ۲۰ باب ۹)

(د) "پھر میں نے ایک نئے آسمان اور نئی زمین کو دیکھا۔ کیونکہ پہلا آسمان اور پہلی زمین جاتی رہی تھی۔ اور سمندر بھی نہ رہا۔ پھر میں نے شہر مقدس نئے یروشلم کو آسمان پر سے خدا کے پاس سے اترتے دیکھا۔" مکاشفہ ۲۱ باب ۱-۲

پس معلوم ہوا کہ ایک نیا یروشلم ہوگا۔ اور وہاں پر مسجد اقصٰی ہوگی اور وہی بیت المقدس مسیح موعود کے نزول کی جگہ ہے۔ اور یہ نیا یروشلم یا اقصٰی المدینۃ دمشق اور مدینہ منورہ سے جانب مشرق ہوگا مبارک ہیں وہ جو اس نئے بیت المقدس کو قبول کر کے اور اس مسجد اقصٰی میں نازل ہونے والے پر ایمان لا کر الٰہی وعدوں کے مستحق ٹھہریں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خود تحریر فرماتے ہیں۔ "مسجد اقصٰی سے مراد اس جگہ یروشلم کی مسجد نہیں۔ بلکہ مسیح موعود کی مسجد ہے۔ جو باعتبار بعد زمانہ کے خدا کے نزدیک مسجد اقصٰی ہے۔ اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے۔ کہ جس مسجد کی مسیح موعود بنیاد کرے وہ اس لائق ہے۔ کہ اس کو مسجد اقصٰی کہا جائے۔ جس کے معنی ہیں مسجد ابعد۔ کیونکہ جبکہ مسیح موعود کا وجود اسلام کے لئے ایک انتہائی دیوار ہے۔ اور مقدر ہے۔ کہ وہ آخری زمانہ میں اور بعید حصہ دنیا میں آسمانی برکات کے ساتھ نازل ہوگا۔ اس لئے ہر ایک مسلمان کو ماننا پڑتا ہے۔ کہ مسیح موعود کی مسجد مسجد اقصٰی ہے۔ کیونکہ اسلامی زمانہ کا خط ممتد جو ہے۔ اس کے انتہائی نقطہ پر مسیح موعود کا وجود ہے۔" (اشتہار چندہ منارۃ المسیح ص ۳)

حدیث کے الفاظ "شرقی دمشق" کی حکمت

اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ کہ مسیح موعود کے ظہور کی جگہ وہ مسجد اقصٰی ہے۔ جو مدینہ منورہ سے مشرق اور دمشق سے بھی جانب شرق واقع ہے۔ اس جگہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اس مقام کو جب "الی المشرق" کے ذریعہ متعین کر دیا تھا۔ تو پھر "شرقی دمشق" کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر خاص دمشق میں نزول مراد نہیں۔ تو پھر دمشق کے مشرق کا کیوں ذکر کیا گیا ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ دراصل شرقی دمشق کے لفظ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف فتنہ یزیدی کے ماتحت مسیح موعود کی مشکلات کا ذکر فرمایا ہے اور دوسری طرف اس لفظ میں اس کے فرض منصبی کو بھی بیان کر دیا ہے۔ مسیح موعود کو کسر صلیب کے لئے آنا تھا۔ اور دمشق کو صلیبی فتنہ کے ساتھ خاص تعلق ہے۔ اور یہیں سے تثلیث پرستی کا آغاز ہوا تھا۔ اب دمشق کا ذکر کر کے مسلمانوں کو بشارت دیدی۔ کہ توحید روئے زمین پر پھیل جائے گی۔ حتی کہ دمشق جو تثلیث کا منبع تھا۔ وہ بھی توحید کا گرویدہ ہو جائے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:-

"ان دمشق کان اصلاً و منبعاً لفتن المتنصرین وکان مبدء الفساد ومبدء کید الکائدین فبشر اللہ لعبادہ ان فتنۃ الوھیۃ المسیح تجاح و تزال من وجہ الارض کلھا حتی من دمشق الذی کان مبدءھا ومنبعھا وینتھی کمال التوحید الیہ کما ابتدءت الفتن منہ وھذا فضل اللہ وعجیب فی اعین الذین لا یؤمنون (حمامۃ البشریٰ ص ۳۵)

یعنی "یقیناً دمشق نصاریٰ کے فتنوں۔ فسادات اور ان کی فریب کاریوں کا منبع ہے۔ اللہ تعالٰے نے اپنے بندوں کو بشارت دی ہے۔ الوہیت مسیح کا فتنہ تمام روئے زمین سے نیست نابود کر دیا جائے گا۔ حتےٰ کہ دمشق سے بھی جو اس کا سرچشمہ تھا۔ اور وہاں بھی توحید الٰہی کا کمال پہنچ جائے گا۔ جیسا کہ وہاں سے فتنے پیدا ہوئے۔ یہ خدا کا فضل ہے۔ اور ان لوگوں کی نظر میں عجیب جو ایمان نہیں رکھتے۔"

دمشق اور صلیبی مذہب

پولوس درحقیقت تثلیث پرستی کا بانی ہے۔ خود عیسائی مصنف لکھتے ہیں۔

"مسیحی کلیسا میں پولوس سب سے پہلا اور بڑا عالم علم الٰہی تھا۔ مگر اس کی تعلیم تمام امور کے لحاظ سے خود مذہب سے مستنبط نہیں ہو سکتی تھی۔ پولوس نے اس کے ذریعہ مسیحی دین کی باتوں اور خصوصاً مسیح کی موت کو جو یہودیوں کے لئے ٹھوکر کا باعث تھی۔ یہودیوں کے خیالات کے ساتھ تطبیق دینے کی کوشش کی تھی۔ اس نے مسیح کی موت کو ان تمناؤں کے مطابق بنا دیا جن کا نقشہ یہودیوں کے خیال میں کھنچا ہوا تھا۔ اس نے مسیح کی موت کو بجائے ایک عقدہ لاینحل سمجھنے کے جیسے دوسرے رسولوں نے ابتداء میں سمجھا تھا۔ نجات دہندہ کی رحم دلی اور ترس کا اظہار ثابت کیا۔ اور یہ دکھلایا۔ کہ اس کی اس دنیا میں آنے کی اصلی غرض کیا تھی۔ اس نے لوگوں کی توجہ کو مسیح کی موت پر جما دیا۔ اور مسیحیت کے مسئلے کی جگہ زیادہ تر صلیب کو اپنی تعلیم کا مرکز قرار دیا۔"

(رسالہ "تاریخ مذہب" پنجاب ریلجس بک سوسائٹی لاہور ۱۹۰۹ء)

گویا صلیب کو مرکزی نقطہ قرار دینے میں اور تثلیث کی تعلیم پیش کرنے میں پولوس معلم اول ہے۔ اور یہ ایک عجیب بات ہے۔ کہ یہ شخص شہر دمشق میں ہی عیسائیت کو اختیار کرتا۔ اور اس مشرکانہ عقیدہ کا سنگ بنیاد رکھتا ہے۔ لکھا ہے۔

"اور وہ (پولوس) کئی دن ان شاگردوں کے ساتھ رہا جو دمشق میں تھے۔ اور فوراً عبادت خانوں میں یسوع کی منادی کرنے لگا۔ کہ وہ خدا کا بیٹا ہے۔" (اعمال ۹ باب ۱۹-۲۰)

پادریوں میں سے ایک زبان دراز پادری اکبر مسیح نے لکھا تھا۔ کہ

"کلیسیا کی تاریخ میں بھی اس شہر (دمشق) کی شہرت ایک عظیم الشان واقعہ کی بدولت قائم ہو گئی ہے۔ اور وہ بھی خداوند مسیح کے ظہور کے ساتھ یعنی آپ کا ایک جلالی نزول ساؤلس پر جو بعد میں مقدس پولوس ہوئے اسی شہر میں ہو چکا ہے کوئی امر مانع نہیں۔ کہ کیوں آپ دوبارہ پھر اسی شہر میں نازل نہ ہوں۔ جو آپ کے اس جلال کی جھلک پا چکا جو آنکھیں چکا چوند کر دینے والا ہے۔ دشمنوں کو سرنگوں گرا دینے والا۔ اور اس کی خداوندی اور مسیحیت منوا لینے والا" (رسالہ منارۃ البیضاء صفحہ ۹)

ان اقتباسات سے عیاں ہے۔ کہ پولوس نے تثلیث کے جراثیم اور انسان پرستی کی زہر کو اوّل اوّل دمشق میں ہی پھیلایا تھا۔ پس ضروری تھا۔ کہ مسیح موعود جو کسر صلیب کے عظیم الشان مقصد کو لے کر آنے والا تھا۔ اس کے ذکر پر دمشق کا پھر اشارہ کیا جائے اور اس کو مغرب میں اور مسیح موعود کے ظہور کو مشرق میں بتا کر تصریح کر دی جائے۔ کہ اب اس دجالی طلسم کو پاش پاش کرنے کا وقت آ گیا۔ اور اب یہ ستارہ غروب ہو جائے گا۔ اور اسلام کا آفتاب اس تاریکی کو دور کر دے گا۔ گویا مسیح موعود کا اظہار اس بات کا اعلان ہے۔ کہ

اک بڑی مدت سے دیں کو کفر تھا کھاتا رہا
اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے پاکیزہ الفاظ میں فرمایا ہے۔

"دمشق کا ذکر اس حدیث میں جو مسلم نے بیان کی ہے۔ اس غرض سے ہے۔ کہ تین خدا بنانے کی تخم ریزی اول دمشق سے شروع ہوئی ہے۔ اور مسیح موعود کا نزول اس غرض سے ہے کہ تا تین کے خیالات کو محو کر کے پھر ایک خدا کا جلال دنیا میں قائم کرے۔ پس اس ایماء کے لئے بیان کیا گیا۔ کہ مسیح کا منارہ جس کے قریب اس کا نزول ہوگا۔ دمشق سے مشرقی طرف ہے۔ - - - - - - - - کیا ہی منحوس وہ دن تھا جب پولوس یہودی ایک خواب کا منصوبہ بنا کر دمشق میں داخل ہوا۔ اور بعض سادہ لوح عیسائیوں کے پاس یہ ظاہر کیا۔ کہ خداوند مسیح مجھے دکھائی دیا۔ اور اس تعلیم کے شائع کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ کہ گویا وہ بھی ایک خدا ہے۔ پس وہی خواب تثلیث کے مذہب کی تخم ریزی تھی۔ غرض یہ شرک عظیم کا کھیت اول دمشق میں ہی بڑھا۔ اور پھولا۔ اور پھر یہ زہر اور اور جگہوں میں پھیلتی گئی۔ پس چونکہ خدا تعالےٰ کو معلوم تھا۔ کہ انسان کو خدا بنانے کا بنیادی پتھر اول دمشق میں ہی رکھا گیا اس لئے خدا نے اس زمانہ کے ذکر کے وقت کہ جب غیرت خداوندی اس باطل تعلیم کو نابود کریگی۔ پھر دمشق کا ذکر فرمایا۔ اور کہا۔ کہ مسیح کا منارہ یعنی اس کے نور کے ظاہر ہونے کی جگہ دمشق کی مشرقی طرف ہے اس عبارت سے یہ مطلب نہیں تھا۔ کہ وہ منارہ دمشق کی ایک جزو اور دمشق میں واقع ہے جیسا کہ بدقسمتی سے سمجھا گیا۔ بلکہ مطلب یہ تھا کہ مسیح موعود کا نور آفتاب کی طرح دمشق کے مشرقی جانب سے طلوع کر کے مغربی تاریکی کو دور کرے گا۔ اور یہ ایک لطیف اشارہ تھا۔ کیونکہ مسیح کے منارہ کو جس کے قریب اس کا نزول ہے دمشق کے

مشرق کی طرف قرار دیا گیا۔ اور دمشقی تثلیث کو اس کے مغربی طرف رکھا۔ اور اس طرح پر آنے والے زمانہ کی نسبت یہ پیشگوئی کی۔ کہ جب مسیح موعود آئے گا تو آفتاب کی طرح جو مشرق سے نکلتا ہے ظہور فرمائے گا۔ اور اس کے مقابل پر تثلیث کا چراغ مردہ جو مغرب کی طرف واقع ہے۔ دن بدن پژمردہ ہوتا جائے گا۔ کیونکہ مشرق سے نکلنا خدا کی کتابوں میں اقبال کی نشانی قرار دی گئی ہے اور مغرب کی طرف جانا ادبار کی نشانی۔ اور اسی نشانی کی طرف اشارہ کرنے کے لئے خدا تعالےٰ نے قادیان کو جو مسیح موعود کا نزول گاہ ہے۔ دمشق سے مشرق کی طرف آباد کیا۔ اور دمشق کو اس سے مغرب کی طرف رکھا" (اشتہار چندہ منارۃ المسیح صفحہ ج-د)

الغرض نزول مسیح کی حدیث میں "شرقی دمشق" کے الفاظ نہایت زبردست اور اعلیٰ حکمت پر مبنی ہیں۔ اور ان میں اسلام کی شاندار اور آخری کامیابی کی طرف اشارہ ہے۔

دمشق کے نزول گاہ ہونے کا خیال عیسائیوں نے پیدا کیا ہے

ہم ثابت کر آئے ہیں۔ کہ احادیث کی تصریح کے پیش نظر خاص دمشق کو مسیح کے نازل ہونے کی جگہ سمجھنا سراسر غلطی ہے محدثین میں سے بھی کثیر حصہ اس کو غلط قرار دیتا ہے۔ اس حدیث کے الفاظ بھی خاص دمشق کو نزول گاہ نہیں قرار دیتے۔ اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ پھر کیا وجہ ہے۔ ایک وقت میں آ کر مسلمانوں میں یہ خیال رواج پا گیا۔ اور ان دنوں بالعموم لوگ دمشق کی طرف آنکھ لگائے بیٹھے ہیں۔ اور حافظ ابن کثیر کے قول کے مطابق آٹھویں صدی ہجری میں وہاں سفید منارہ بھی بنا دیا گیا تھا۔ سو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جب مسلمانوں نے دمشق کو فتح کیا۔ اور جامع دمشق بنائی گئی۔ تو اس کے پاس ہی ایک اور گرجا تھا۔ جو یوحنا اصطباغی کا گرجا کہلاتا تھا۔ معاویہ بن ابی سفیان، عبد الملک بن مروان اور ولید بن عبد الملک تین مسلمان بادشاہوں نے پے درپے کوشش کی۔ کہ عیسائی اس گرجا کو مسجد میں شامل ہونے کے لئے دیدیں۔ اور اس کے عوض دوسری اچھی جگہ لے لیں۔ مگر وہ رضامند نہ ہوئے ان کے ایک فقرہ سے غیرت کھا کر موخر الذکر بادشاہ نے اس کو جبراً مسجد میں شامل کر لیا۔ نصاریٰ کو اس گرجا کا خیال ہمیشہ رہا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبد العزیز کی خلافت کے وقت انہوں نے ان سے دوبارہ اس حصہ مسجد کے گرجا بنانے کی اجازت حاصل کر لی تھی۔ لیکن مسلمانان دمشق کی غیرت نے اس کو برداشت نہ کیا۔ اور غوطہ کے گرجوں کی واپسی پر باہمی سمجھوتہ ہو گیا۔ یہ سارا واقعہ بتا رہا ہے۔ کہ جامع مسجد دمشق میں یوحنا راہب کا گرجا شامل کیا گیا ہے اس تفسیر کو مشہور مورخ بلاذری نے بھی اپنی کتاب فتوح البلدان صفحہ ۱۳۱، ۱۳۲ پر ذکر کیا ہے۔ اور اسی کے حوالہ سے حافظ عبد الرحمٰن صاحب امرتسری سیاح نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے۔

"مسجد مجوزہ نقشہ میں عیسائیوں کا ایک گرجا بھی آتا تھا جس کا نام کنیسہ یوحنا تھا۔ ولید نے ہر چند چاہا۔ کہ عیسائی معاوضہ لے کر کنیسہ دیدیں۔ مگر انہوں نے نہ مانا۔ ولید نے کہا۔ کہ اگر تم نہ مانوگے تو میں اس کو جبراً گرا دونگا۔ پادریوں نے کہا۔ کہ جو شخص گرجا کو مسمار کرے۔ یا تو وہ دیوانہ ہو جائے گا۔ یا کوئی مصیبت اس کو پیش آئیگی ولید نے اسی وقت کدال منگوا کر اپنے ہاتھ سے دیواریں گرانی شروع کیں۔ اور جو ریشمی قبا پہنے ہوئے تھا۔ اس کے گرد آلودہ ہونے کا کچھ خیال نہ کیا۔ غرض اس طرح سے یہ گرجا مسجد میں شامل کیا گیا۔ مگر پادریوں کے دل میں اس کا خیال کانٹے کی طرح کھٹکتا رہا۔" الخ

(سفرنامہ بلاد اسلامیہ صفحہ ۲۱۹)

ناظرین کرام! ان حوالجات سے ظاہر ہے۔ کہ اس مسجد میں ایک گرجا شامل کیا گیا تھا۔ جس کا دینا نصاریٰ کو بہت ناگوار تھا۔ وہ اس کے واپس لینے کے لئے بہت بے تاب تھے۔ بادشاہ وقت کو دیوانہ ہو جانے سے ڈرایا۔ اور چھینے جانے پر بھی وہ کانٹے کی طرح کھٹکتا رہا۔ عیسائی مصنفین کا اقرار ہے۔ کہ بہت سے گرجے ان سے چھینے گئے۔ لیکن جو پیچ و تاب اس وقت کے پادریوں نے جامع دمشق میں شامل ہونے والے گرجے پر کھایا۔ اس کی تمام گرجوں میں نظیر نہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کے نیچے کیا راز ہے؟ آؤ ہم اس معمہ کا حل خود عیسائیوں کی زبان سے کرا دیں۔ عیسائی دنیا کا مشہور مصنف ڈاکٹر ایس۔ ایم زویمر جامع دمشق کے ذکر پر لکھتا ہے:-

"اسلامی عبادت کی دیگر مشہور جگہوں کی طرح یہ مسجد (جامع دمشق) ایک مسیحی گرجا کی جگہ تعمیر ہوئی۔ جو یوحنا اصطباغی کے نام پر مخصوص تھا۔ اور اب تک اس کی یادگار میں ایک خانقاہ پائی جاتی ہے۔ چند سالوں تک تو مسیحی و محمدی دونوں اس عمارت کو استعمال کرتے رہے لیکن ۷۰۵ء میں مسیحی یہاں سے نکال دیئے گئے۔ آج تک اس کے تین میناروں میں سے ایک عیسیٰ کے نام سے موسوم ہے۔ اور ایک پھاٹک پر جواب مرمت سے بند پڑا ہے۔ یونانی میں یہ کتبہ لکھا ہوا ہے "اے مسیح تیری سلطنت ابدی سلطنت ہے۔ اور تیری بادشاہی پشت در پشت قائم ہے۔ الغزالی نے بہت سالوں تک کئی گھنٹے اس عالیشان عمارت کے سایہ تلے گزارے اور عیسیٰ نامی مینارے میں وہ دیر تک دھیان الہی میں گذارتا۔ بقول صلاح الدین یہ منارہ الغزالی کے وہاں جانے سے کچھ دیر پہلے گیارھویں صدی میں تعمیر ہوا تھا" (رسالہ الغزالی صفحہ ۱۰۰ مطبوعہ ۱۹۲۴ء پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی لاہور)

اس اقتباس سے عیاں ہے۔ کہ یوحنا اصطباغی کے گرجا کے اس طرح مسمار ہونے اور مسجد کی شکل میں تبدیل ہو جانے سے ناراضگی کی بڑی وجہ یہ تھی۔ کہ وہاں کے عیسائی اس مقام کو مسیح کے نزول کی جگہ۔ اور اس کی ابدی سلطنت کے ظہور کا مقام یقین کئے بیٹھے تھے۔

پھر جب نصاریٰ نے اس خیال کی ترویج و اشاعت کے لئے ظاہری طور پر امکانات کو ہاتھ سے جاتے دیکھا۔ تو اس وقت انہوں نے منافقت سے اسلام کا لباس پہنا۔ اور آہستہ آہستہ اس منارہ کے متعلق جو ان کی امیدوں کا آماجگاہ اور ان کے گرجا کی جگہ تھا لوگوں میں تعظیم و تکریم پیدا کرنی شروع کی۔ اور اس کو مسیح کے نزول کی جگہ بتایا۔ احادیث میں المنارۃ البیضاء شرقی دمشق آیا تھا۔ "فی دمشق" نہ آیا تھا۔ لیکن بعض سادہ لوح مسلمانوں نے نصاریٰ کی اس چال کو نہ سمجھا۔ اور انہوں نے بھی المنارۃ البیضاء شرقی دمشق سے وہی منار مراد لے لیا۔ جس سے عیسائیوں نے امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں اور آج بھی پادری لوگ دمشقی نزول کے نہ صرف مخالف نہیں۔ بلکہ اس پر خوش ہیں۔ کیونکہ مسلمان کہلانے والوں کا ایک معتدبہ حصہ ان کے جال میں پھنس کر ان کا ہم خیال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

پادری اکبر مسیح نے لکھا ہے:-

"ہمارے مسلمان بھائیوں نے حدیث شریف کی بناء پر نزول المسیح کے لئے منارۃ البیضاء دمشق کو تجویز کر رکھا ہے۔ اور ہم کو کوئی امر ان کے اس خیال کی مخالفت کرنے پر برانگیختہ نہیں کرتا بلکہ میں نے جو اس مسئلہ پر غور کیا۔ تو مجھ کو یقین ہوگا۔ کہ یہ خیال عیسائیوں کے اندر سے پیدا ہوا ہوگا۔ گو اس کا سراغ ہم ٹھیک ٹھیک نہ لگا سکیں۔ اور میں ایک پہلو سے اس کے قبول کرنے پر طبیعت کو آمادہ پاتا ہوں۔ - - - - - - - - - مسیح پر نازل ہو کر آپ مسجد کو گرجے کے قریں اور مسجد والوں کو گرجے والوں کا دوست بنا دیں گے۔ گویا آپ ایک دوسرے سولوس کو پولوس بنا دیں گے اور تب مسلمانوں سے بننے کے لئے عیسائی حنانیا کی طرح جانے پر مجبور کئے جائیں گے۔ خداوند کہیں نہ کہیں ضرور نازل ہونگے۔ پس آپ اگر دمشق میں نازل ہوں۔ اور جامع دمشق میں تو اس سے میرے دل کو بڑی خوشی ہوگی۔ اور میں اس جامع دمشق کو سینٹ صوفیہ کے گرجے کا نعم البدل سمجھوں گا۔" (رسالہ منارۃ البیضاء صفحہ ۹-۱۰)

اب یہ امر روز روشن کی طرح کھل گیا۔ کہ خاص دمشق میں نزول مسیح کا عقیدہ عیسائیوں سے آیا۔ انہوں نے ہی اس خیال کو مسلمانوں میں پیدا کیا۔ اور اس میں ان کی خاص غرض تھی۔ یہ مردہ پرست گروہ چاہتا ہے۔ کہ پھر دمشق میں پولوس پیدا ہو۔ مگر رب السمٰوات کا فیصلہ ہے۔ کہ مسیح موعود کے آنے پر دمشقی و پولوسی مذہب مغرب میں ہو۔ اور آفتاب اسلام مشرق سے ظاہر ہو۔ تا غیر اللہ کی پرستش کا باطل اعتقاد جس کا منبع دمشق اور پولوس ہے۔ دنیا سے مٹ جائے۔ کیا غیرت مند مسلمان ان حالات کے پیش نظر اور اس حقیقت کے واضح ہو جانے پر ایک لمحہ کے لئے بھی خیال کر سکتے ہیں۔ کہ فی الواقعہ مسیح موعود کو دمشق میں نازل ہونا ہے؟ ہرگز نہیں۔ قرآن مجید حضرت مسیح ناصری کی وفات کو پکار پکار کر بیان کر رہا ہے۔ اور ان کی جسمانی آمد ثانی کو "من ورائھم برزخ" سے تعبیر کر رہا ہے۔ احادیث

آنے والے مسیح موعود کے نزول کے لئے مدینہ منورہ اور دمشق کا مشرق قرار دے رہی ہیں۔ مدینہ کے آفتاب سے ہی وہ نور لیکر آنے والا تھا۔ اس برگزیدہ نے خوب فرمایا ؎

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اسکا ہے محمد دلبر میرا یہی ہے

اس لئے اس کو مدینہ سے "من المشرق" کہا۔ تا اس امتی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے فیض سے فیضیافتہ ہونے پر دلیل ہو اور اس کے مقام کو "شرقی دمشق" کہا۔ تا دمشقی مذہب اور یوسی اعتقاد کی تردید اور کسر صلیب اس کا مشن متعین ہو۔ الحمد اللہ کہ انہی علامات کے ساتھ خدا کے فرستادہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام ظہور فرما چکے ھٰذا ھو الحق الذی فیہ یمترون۔

نصاریٰ کی روایات اور مسلمانوں کے تاثرات

جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔ کہ عیسائیوں نے دمشقی گرجا کے مسجد میں تبدیل ہو جانے پر منافقانہ چالوں سے مسلمانوں کے اندر نزول مسیح کے لئے دمشق کو مخصوص کرنے کا خیال رائج کر دیا۔ ممکن ہے۔ کہ کسی شخص کو یہ وہم گذرے۔ کہ یہ کسطرح ہو گیا۔ کہ عیسائی منافقت کی راہ سے مسلمانوں کے خیالات پر اثر ڈال سکیں۔ اگرچہ یہ وہم ایک محقق کی نظر میں کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ وہ خوب جانتا ہے۔ کہ اس حیالی گروہ نے کسطرح مسلمانوں کو فتنہ میں ڈالا ہے۔ اور کسطرح یوسوس فی صدور الناس کے فریضہ کو ادا کرتے رہے ہیں۔ لیکن ہم ایسے وہم کے جواب میں ایک موٹی مثال پیش کر دیتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ آپکو معلوم ہے۔ کہ اس وقت جو لوگ حضرت مسیحؑ کو زندہ مانتے ہیں۔ ان کا یہی اعتقاد ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام ۳۳ برس کی عمر میں آسمان پر اٹھائے گئے اور اسی عمر میں آجتک ہیں اور اسی عمر میں واپس آئینگے۔ اب غور فرمائیں کہ کیا اس اعتقاد کے لئے کہ وہ ۳۳ برس کی عمر میں اٹھائے گئے۔ قرآن مجید کی کوئی آیت یا حدیث پیش کی جا سکتی ہے؟ ہرگز نہیں کسی ضعیف سے ضعیف حدیث میں بھی یہ اعتقاد مذکور نہیں محض عیسائیوں کی روایت تھی جسکو بعض سادہ لوح مسلمانوں نے اختیار کر لیا اور بعد کے لوگ لکیر کے فقیر بن گئے۔ اگر آپ کو اعتبار نہ ہو۔ تو حضرت حافظ ابن القیم صاحب اور امام الشامی کے حسب ذیل الفاظ پڑھ لیجئے۔ لکھا ہے:۔

"فی زاد المعاد للحافظ ابن القیم رحمۃ اللّٰہ تعالٰے ما یذکر ان عیسےٰ رفع وھو ابن ثلاث وثلاثین سنۃً لا یعرف لہٗ اثر یجب المصیر الیہ قال الشامی وھو کما قال فان ذالک انما یروی عن النصاریٰ"

(تفسیر فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۴۹)

یعنی حافظ ابن القیم کی کتاب زاد المعاد میں درج ہے۔ کہ یہ جو ذکر کیا جاتا ہے۔ کہ مسیح ۳۳ برس کی عمر میں اٹھائے گئے اس کے متعلق کوئی حدیث یا اثر نہیں ہے جسکو تسلیم کیا جائے۔ امام شامی کہتے ہیں۔ کہ یہ بات اسی طرح واقع ہے۔ یہ خیال تو صرف عیسائیوں سے روایت کیا گیا ہے"

پس معلوم ہوا ہے۔ کہ عیسائی بطور منافقت مسلمانوں کے خیالات پر اثر ڈالتے رہتے ہیں۔ اور بیانات بالا کے مطابق یہ ایک واضح حقیقت ہے۔ کہ دمشقی مینار پر نزول کا خیال محض نصاریٰ کا افتراء ہے۔ اور اسلام کو کمزور کرنے کا حیلہ۔ مسلمان جس قدر جلد اس خیال کو چھوڑیں گے۔ اسی قدر ان کا فائدہ ہے۔

خلاصہ بیان

ہم یہ ثابت کر آئے ہیں۔ کہ مسیح موعود کی نزولگاہ ازروئے احادیث شہر دمشق نہیں۔ بلکہ دمشق اور مدینہ سے مشرقی جانب کوئی مقام ہے۔ اور جواہر الاسرار میں وہ کدعہ کے نام سے موسوم ہے۔ حدیث میں دمشق کا ذکر نصرانیت کے باطل عقیدہ الوہیت مسیح کے ابطال کی غرض اور کسر صلیب کی توضیح کے لئے ہے۔ خاص دمشق میں نزول کا خیال عیسائیوں کا پیدا کردہ ہے۔ پس مبارک ہے۔ وہ جو خدا تعالےٰ کے برگزیدہ اور بروقت مبعوث ہونے والے مسیح موعود کو قبول کرے اور وہ سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام ہیں *

(وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین)

صداقت مسیح موعود علیہ السلام

(۱)

قرآن شریف سے یہ ثابت ہے۔ کہ جھوٹا اور کاذب نبوت کا مدعی کبھی پھلتا پھولتا نہیں۔ بلکہ جلد ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ اس بات کو مد نظر رکھکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ کو پرکھا جا سکتا ہے اگر آپ مسیح موعود نہ ہوتے۔ تو اب تک آپ کا اور آپ کے سلسلہ کا وہی حشر ہوتا۔ جو اس سے پہلے کئی جھوٹے مدعیوں کا ہو چکا ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں۔ یہ سلسلہ خدا کے فضل و کرم سے آپ کی مبارک زندگی میں اور آپ کے بعد بڑے زور سے بڑھتا جا رہا ہے۔ خاص بات جو نوٹ کرنے کے لائق ہے وہ آپ کے خاندان کی ترقی ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے بھی جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سخت مخالف ہیں۔ آپکی صداقت کی شہادت اپنی زبان سے پیش کر دی ہے۔ چنانچہ انہوں نے عیسائیوں کے بالمقابل آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی صداقت ثابت کرنے کے لئے اپنی تفسیر ثنائی کے مقدمہ صفحہ ۱۶ میں بڑے زوردار الفاظ میں لکھا ہے۔ اگر معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے دعویٰ میں غیر صادق تھے۔ تو کیوں نہ قتل کئے گئے۔ پھر کہتے ہیں نظام عالم میں جہاں اور قوانین الٰہی ہیں یہ بھی ہے۔ کہ کاذب مدعی کی ترقی نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ جان سے مارا جاتا ہے۔

اسی دلیل کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی سچے ثابت ہیں اب بھی اگر کوئی ہٹ دھرمی کرے۔ تو یہی نہیں کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منکر ہے۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا بھی منکر ٹھہرتا ہے۔

(۲)

قرآن کریم کی (سورہ جمعہ) سے صاف ظاہر ہے۔ کہ بڑے جھوٹے اور ظالم لوگ جو اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کا مقرب ظاہر کرتے ہیں حالانکہ وہ نہیں ہوتے۔ کبھی بھی اپنے لئے خدا کو مخاطب کر کے بد دعا نہیں کرتے اور موت نہیں مانگتے۔ کیونکہ اپنی اصلیت کو وہ خوب جانتے ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام چونکہ اپنے دعویٰ میں سچے تھے۔ اس لئے آپ نے اپنے لئے ایسے رنگ میں دعا کی۔ جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔ وہ یہ ہے۔ جس کے پڑھنے سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں:۔

اے قدیر و خالق ارض و سما ۔۔۔ اے رحیم و مہربان و رہنما
اے کہ میداری تو بر دلہا نظر ۔۔۔ اے کہ از تو نیست چیزے مستتر
گر تو مے بینی مرا پُر فسق و شر ۔۔۔ گر تو دیدا ستی کہ ہستم بدگہر
پارہ پارہ کن من بدکار را ۔۔۔ شاد کن ایں زمرۂ اغیار را
بر دل شاں ابر رحمت ہا ببار ۔۔۔ ہر مراد شاں بفضل خود برآر
آتش افشاں بر در و دیوار من ۔۔۔ دشمنم باش و تباہ کن کار من

اب برائے خدا انصاف کی نظر اور صاف دل سے اس دعا کو سامنے رکھئے۔ اور اپنے دل سے پوچھئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سچے تھے یا جھوٹے؟ اس دعا کے بعد سلسلہ کی اور حضور کے اہل بیت کی ترقی دنیا سے پوشیدہ نہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

(۳)

کافر و ملحد و دجال ہمیں کہتے ہیں ۔ نام کیا کیا غم ملت میں رکھایا ہم نے
وہ گھڑی آتی ہے جب عیسےٰ پکاریں گے مجھے
اب تو تھوڑے رہ گئے دجال کہلانے کے دن

اب دنیا پر روشن ہو گیا۔ اور ہوتا چلا جا رہا ہے۔ کہ آنے والا عیسیٰ آگیا۔ آپ کو عیسےٰ ماننے والوں کی تعداد روز بروز بفضل خدا بڑھتی جا رہی ہے۔ اور بڑھتی جائیگی۔ باوجود تمام دنیا کی سخت ترین مخالفت کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں کا لگایا ہوا پود ا بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔ اور اس سرعت سے بڑھ رہا ہے۔ کہ دنیا کی آنکھیں اب اس کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ اور اس میں دلچسپی محسوس کر رہے ہیں۔ کہاں سخت مخالفت اور فتوے۔ اور کہاں دلچسپی۔ یہ سب خداوند کریم کے فضل ہیں *

(۴)

بہت مدت ہوئی۔ میں نے ایک حدیث میں پڑھا عیسیٰ علیہ السلام جب آئیگا تو لوگوں کو بہت مال دیگا۔ مگر کوئی لیگا نہیں۔ اس وقت نیز اس کے بعد مدت تک میں حیران رہا کہ یہ عجیب لوگ ہونگے۔ جو مال نہیں لیں گے۔ مگر یہ معمہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں پڑھنے سے خود حل ہو گیا اور وہ اسطرح کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا کے سامنے ہزار ہا روپے کے انعام

صداقتِ مسیح موعود علیہ السلام از روئے احادیث

از جناب مولوی محمد یار صاحب مولوی فاضل قادیان

خدا تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لئے کیا کیا سامان کئے ہیں اول تمام مخلوقات میں سے اس کو ممتاز کیا۔ اور عقل و خرد بخشی۔ تا اپنے خالق کو شناخت کرے۔ پھر اسی پر بس نہ کی۔ بلکہ بعض خاص مقربوں کو مامور فرمایا۔ کہ وہ بنی نوع انسان کے لئے نمونہ بنیں۔ تا ان کے نقشِ قدم پر چل کر یہ کمزور ہستی اپنے آقا کی رضامندی جلدی حاصل کر سکے لیکن جب انسان نے اپنی غفلتوں اور کوتاہیوں کے باعث ان برگزیدوں کو جھٹلایا۔ اُن کی تعلیم سے روگردانی کی۔ اور جس مقصد کے لئے وہ مبعوث کئے گئے تھے۔ اُسے پورا نہ کیا۔ تو اُس مہربان خُدا نے اُن انبیاء کو آئندہ آنے والے نبیوں کی خبر دی۔ تا جو لوگ اُن پر ایمان لائے ہیں وُہ تو اُن کی بتائی ہوئی علامات کے مطابق آنے والوں کو شناخت کر سکیں۔ چنانچہ اُس علیم مطلق نے اپنی کامل کتاب میں اس امر کو بدیں الفاظ بیان فرمایا ہے:۔

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتٰب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ (آل عمران ع۹) کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے عہد لیا کہ تم کو تو میں نے کتاب اور حکمت دی ہے۔ لیکن اس زمانہ کے بعد جو رسول آئے گا تم نے اُس پر ضرور ایمان لا کر اُس کی تائید اور مدد کرنا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ پہلے انبیاء بعد میں آنے والے برگزیدوں کی ہمیشہ خبریں دیتے۔ اور اُن کے حق میں ایسی پیشگوئیاں کرتے چلے آئے ہیں۔ جن پر غور کرنے سے ان کی صداقت میں کوئی شُبہ باقی نہیں رہتا۔ مگر انسان بھی کیسا ظلوم و کفار واقعہ ہوا ہے کہ ان ساری سہولتوں کے باوجود جو خُدا تعالےٰ نے اس کے لئے مہیا کیں۔ اس کے برگزیدہ انسانوں کی اطاعت و فرمانبرداری سے منہ پھیرتا ہے۔ ان کی عداوت اور دُشمنی میں اپنے اوقات گزارتا ہے اور اسی طرح اپنی زندگی کا مقصد حاصل کئے بغیر دار فانی سے خائب و خاسر رخصت ہو جاتا ہے:۔

آئندہ آنے والے پیغمبروں کے متعلق جہاں پہلے انبیاء سے خدا تعالےٰ نے عہد لیا۔ اور انہوں نے پیشگوئیاں کیں۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق بھی فرماتا ہے:۔

واذ اخذنا من النبیین میثاقھم ومنک ومن نوح وابراھیم وموسٰی وعیسی بن مریم الآیۃ (احزاب ع۱) کہ اے محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دُوسرے انبیاء کی طرح ہم نے تجھ سے بھی عہد لیا ہے۔ پس ضروری تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی آنے والے مامور کی مدد فرماتے ہُوئے اس کو شناخت کرنے کے لئے بعض خبریں دیتے۔ چنانچہ جب ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو ہمیں اس زمانہ کے مرسل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے لئے ایسے اصول اور خصوصی علامات ملتی ہیں۔ کہ جن سے آپ کی سچائی میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا:۔

پہلا اصل

احادیث پر غور کرنے سے سچے ماموروں کے لئے پہلا اصل یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُن کی دعوے سے پہلی زندگی بھی ایسی بے عیب اور پاکیزہ ہوتی ہے۔ کہ وُہ لوگ بھی جو بعد میں دشمن ہو جاتے ہیں۔ ان کی طہارت و پاکیزگی کی شہادت دیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کو صفا پہاڑی پر جمع کر کے فرمایا:۔

۱۔ ارایتم ان اخبرتکم ان خیلاً تخرج من سفح ھذا الجبل اکنتم مصدقی قالوا نعم ما جربنا علیک کذبا (بخاری کتاب التفسیر) کہ اگر میں تم کو خبر دُوں۔ کہ اس پہاڑ کے پیچھے کی طرف سے ایک لشکر آرہا ہے۔ تو تم میری تصدیق کرو گے۔ سب نے کہا۔ ہاں۔ کیونکہ ہم نے کبھی آپ کو جھوٹ بولتے نہیں دیکھا:۔

اب ظاہر ہے۔ کہ اس موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پہلی زندگی کی پاکیزگی کو اپنی سچائی کی علامت بیان فرمایا۔ اسی لئے تو یہ تصدیق کرانے کے بعد فرمایا۔ فانی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید۔ کہ میں سخت عذاب سے پہلے پہلے تمہیں ڈرانے آیا ہوں:۔

۲۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خدا تعالیٰ کی وحی شروع ہوئی۔ تو آپ گھبرا کر حضرت خدیجہؓ کے پاس تشریف لائے۔ اور ذکر کیا۔ تو حضرت خدیجہؓ نے جواب دیا۔ کلا واللہ لا یخزیک اللہ ابدا انک لتصل الرحم وتصدق الحدیث وتحمل الکل۔ (بخاری کتاب بدأ الوحی) خدا کی قسم خدا آپ کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ پھر سچی بات کرنے والے۔ اور سب نیکی کے کام کرنے والے ہیں:۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے تسلی ہوئی۔ اور حضرت خدیجہ رضؓ کی بات کو رد نہ کیا۔ معلوم ہوا جس مدعی کی دعوے سے پہلی زندگی ایسے ہی نیک کاموں میں خرچ ہوتی ہو۔ وُہ جھوٹا نہیں ہو سکتا:۔

۳۔ پھر ہرقل بادشاہ نے بھی ابو سفیانؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کے متعلق پوچھا:۔ ھل کنتم تتھمونہ بالکذب قبل ان یقول ما قال (بخاری) کہ کیا دعویٰ نبوت کرنے سے پہلے بھی تم اُس شخص (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو جھوٹ کے ساتھ متہم کیا کرتے تھے۔ ابو سفیان نے کہا نہیں۔ چنانچہ ہرقل نے بھی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو تسلیم کیا۔ اور کہا۔ کہ اگر میں اس شخص کے پاس ہوتا۔ تو اُس کے پاؤں دھوتا اپنے لئے فخر یقین کرتا:۔

اس معیار کے مطابق جو ان احادیث میں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت روز روشن کی طرح ثابت ہے۔ حضورؑ نے تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۲ پر چیلنج کیا۔ کہ "کون تم میں ہے جو میری سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کر سکتا ہے۔ پس یہ خدا کا فضل ہے۔ جو اُس نے ابتداء سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا۔ اور سوچنے والوں کے لئے یہ ایک دلیل ہے۔"

آج تک کوئی مخالف ہی نہیں۔ کہ کوئی اعتراض نہیں کر سکا۔ بلکہ ہر مذہب کے اشد ترین معاندین نے تصدیق کی۔ کہ حضرت مرزا صاحب کی پہلی زندگی بھی درویشانہ تھی۔ اور آپؑ نے وُہ خدمت اسلام کی۔ کہ تیرہ سو برس میں کوئی ایسی خدمت نہیں کر سکا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا یہ ایک زبردست ثبوت ہے:۔

دُوسرا اصل

سچے کی شناخت کا حدیث سے دُوسرا اصل یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ وُہ باوجود خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام و وحی کا دعویٰ کرنے کے خدا کی طرف سے سلامت رکھا جاتا ہے۔ اور جو جھوٹا دعوے کرنے والا ہو وہ جلدی ہی ہلاک و تباہ کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مدمقابل جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کو فرمایا۔ لئن ادبرت لیعقرنک اللہ (بخاری جلد ۳ مصری صفحہ ۵۴) کہ اگر تو میری باتوں سے منہ پھیریگا۔ اور دعویٰ نبوت ترک نہ کریگا۔ تو اللہ تعالیٰ تیری کونچیں کاٹ دے گا۔ یعنی تو قتل کر دیا جائے گا:۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث میں صاف طور پر فرما دیا۔ کہ جو شخص جھوٹا نبوت۔ اور الہام و وحی کا دعوے کرے۔ وُہ ہلاک کیا جاتا ہے۔ اس معیار کے مطابق بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی ثابت ہے۔ کیونکہ حضورؑ نے الہام اور وحی کا دعوے کر کے تیئیس سال سے بھی (جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مہلت ملی) زیادہ مہلت پائی۔ اور یہ ہو نہیں سکتا۔ کہ کوئی شخص جھوٹا دعوے کرنے والا ہو۔ اور پھر وُہ اتنی مدت تک قتل اور ہلاک نہ کیا جائے:۔

تیسرا اصل

خدا کے برگزیدوں اور مقبولوں کو پہچاننے کا یہ ہے۔ کہ باوجودیکہ زمینی لوگ اُن کے دُشمن ہوتے ہیں۔ ان کو مٹانے کے لئے پُوری کوششیں کرتے ہیں۔ لوگوں کو ان کی طرف آنے اور رجوع کرنے سے باز رکھتے ہیں۔ پھر بھی آسمانی ارادوں کی وجہ سے وُہ مقبول ہوتے ہیں۔ لوگ ان کی محبت میں دیوانے ہوتے جاتے ہیں۔ اور جوق در جوق ان کے حلقہ غلامی میں داخل ہوتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ کسی

کسی انسان سے محبت کرتا ہے۔ تو جبریل اور دوسرے فرشتوں سے بھی کہتا ہے۔ کہ وُہ اس سے محبت کریں۔ اور ثم یوضع لہ القبول فی الارض (بخاری جلد ۲ مصری ص۱۳۲) پھر اس کے لئے زمین میں قبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی تائید و نصرت سے لوگوں کے قلوب اس کی محبت سے بھر جاتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ خدا تعالےٰ اور اُس کے فرشتوں کی مدد سے قبولیت کا ہونا اس بات کو چاہتا ہے۔ کہ لوگ اس شخص کی مخالفت کرتے ہوں لیکن اللہ تعالےٰ اپنے خاص فضل اور رحم سے اس کی تائید و نصرت کرتا ہے۔ جو اس بات کا ثبوت ہوتا ہے۔ کہ وُہ شخص خدا تعالےٰ کا محبوب اور برگزیدہ ہے ؛

ہرقل نے بھی ابو سفیان سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان ہونے والے لوگوں کے حالات دریافت کئے۔ تو یہ سوال بھی کیا:- ایزیدون ام ینقصون کہ وُہ دن بدن زیادہ ہوتے ہیں، یا کم ہو رہے ہیں۔ تو ابو سفیان نے جواب دیا مسلمان بڑھ رہے ہیں۔ اس معیار کے مطابق بھی حضرت مسیح موعود علیہ السّلام خدا تعالےٰ کے محبوب اور برگزیدہ ثابت ہوتے ہیں۔ دنیا کی تمام قوموں تمام فرقوں اور تمام لوگوں نے خواہ وُہ علماء ہوں یا جہلاء۔ فقراء ہوں یا گدی نشین بڑے ہوں۔ یا چھوٹے۔ غرضیکہ سب نے آپ کی مخالفت کی۔ آپ کو اور آپ کے خادموں کو مٹانا چاہا۔ لیکن آخر ناکام ہوئے۔ اور اللہ تعالےٰ نے حضورؑ کی قبولیت زمین میں رکھ کر آپ کی سچائی پر مہر کر دی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے کیا خُوب فرمایا ہے:- ؎

پاک و برتر ہے وُہ جھُوٹوں کا نہیں ہوتا نصیر
ورنہ اُٹھ جائے اماں پھر سچے ہو ویں شرمسار

مسیح موعود کا زمانہ

احادیث سے صادقوں کے لئے بعض عام اصُول بیان کرنے کے بعد اب ہمیں یہ دیکھنا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنے والے مسیح موعُود کا زمانہ کونسا مقرر فرمایا ہے۔ اس کے متعلق مندرجہ ذیل احادیث ہماری کافی راہنمائی کرتی ہیں:-

۱- حضورؐ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:- الآیات بعد المائتین (ابن ماجہ) اس حدیث کی شرح کرتے ہُوئے مرقات میں لکھا ہے:- ویحتمل ان یکون اللام فی المائتین للعھد ای بعد المائتین بعد الالف وھو وقت ظھور المھدی وخروج الدجال ونزول عیسےٰ علیہ السلام (برحاشیہ مشکوٰۃ ص۴۷۱) کہ المائتین کا الف لام ہو سکتا ہے۔ کہ عہدی ہو۔ یعنی اُن دو سو سال کے بعد نشانات کا ظہور ہوگا۔ جو ہزار کے بعد ہیں۔ کیونکہ وہی زمانہ (بارہ سو سال کے بعد) مہدی کے ظاہر ہونے دجال کے خروج کرنے اور عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کا ہے۔ پس معلوم ہُوا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: کہ مسیح موعُود اور امام مہدی کے آنے اور دجال کے خروج کرنے کے نشانات تیرھویں صدی میں ظاہر ہونگے ؛

۲- ولیترکن القلاص فلا یسعیٰ علیھا (مسلم) مسیح موعُود کے وقت اونٹنیاں چھوڑ دی جائیں گی۔ اور تجارتی اموال لے جانے کے لئے کوئی اور سواری ہوگی۔ چنانچہ اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے۔ ولا یضرب فی الارض للتجارات وتحصیل الاموال (حاشیہ مشکوٰۃ ص۴۸۱) یعنی تجارتی اموال کے لئے وُہ زمین میں نہیں چلائی جائیں گی

۳- یاتی علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمہ ولا یبقی من القراٰن الا رسمہ (الحدیث) کہ مسلمانوں پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے۔ جب اسلام کا صرف نام ہی رہ جائے گا۔ اور قرآن مجید کے صرف نقش۔ مسجدیں بہُت ہونگی۔ لیکن آباد کم ہونگی۔ ایسے مسلمانوں کے علماء بدترین خلائق ہونگے۔

ان احادیث سے جو مسیح موعُود کے آنے کا زمانہ معلوم ہوتا ہے حضرت مسیح موعُود علیہ السلام اس کے مطابق آئے۔ تیرھویں صدی میں اس کا ظہور ہوا۔ اونٹوں کی جگہ تجارتی کاروبار کے لئے ایک اور سواری نکل آئی۔ اور مسلمانوں کی حالت بھی ناگفتہ بہ ہو گئی۔ جس کا تمام سرکردہ مسلمانوں نے بھی اقرار کیا ہے۔ پس حضوُر علیہ السلام عین اس وقت ظاہر ہوئے۔ جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر فرمایا تھا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا بھی ہے:- ؎

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

مسیح موعُود کی علامات

تیسرا امر جو ہمارے لئے ثابت کرنا ضروری ہے وُہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو آنے والے مسیح موعُود کی خاص علامتیں بیان فرمائی ہیں۔ وُہ بھی حضرت مسیح موعُود علیہ السّلام میں پائی جاتی ہیں۔ سو احادیث پر غور کرنے سے یہ امر بھی بہُت اچھی طرح ثابت ہو جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مندرجہ ذیل علامات آنے والے مامور کی بیان فرمائی ہیں:-

۱- لو کان الایمان معلقا بالثریا لنالہ رجل من ابناء فارس (بخاری مسلم) کہ اگر آسمان پر بھی ایمان گیا ہوگا۔ تو ایک فارسی النسل اُسے آکر پھر اُتارے گا۔ اور یہ امر کس سے پوشیدہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام فارسی النسل ہیں۔ اور اس وقت مبعوث ہوئے۔ جبکہ مسلمانوں کی نہایت بدتر حالت ہو کر دینِ اسلام اٹھ چکا تھا:

۲- ان لمھدینا اٰیتین لم تکونا منذ خلق السمٰوات والارض ینکسف القمر لاول لیلۃ من رمضان وتنکسف الشمس فی النصف منہ (دارقطنی) کہ امام مہدی کی صداقت کے لئے یہ نشان ہوگا۔ کہ چاند کو اس کی گرہن کی راتوں میں سے پہلی کو اور سورج کو درمیانی رات کو گرہن لگے گا۔ چنانچہ حافظ محمدؐ صاحب آف لکھو کے نے بھی لکھا تھا:- ؎

تیرھویں چن ستیویں سُورج گرہن ہوسی اس سالے
اندر ماہ رمضانے لکھیا۔ اِک روایت والے

اس شعر میں اٹھائیں کی جگہ ستائیں تاریخ شائد سہو ہے۔ کیونکہ حدیث میں درمیانی رات کا لکھا ہے۔ جو اٹھائیں ہے۔ اور یہ گرہن ۱۳۱۱ھ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوے کے بعد ہو چکا ہے ؛

۳- یکسر الصلیب (مسلم) کہ مسیح موعُود صلیب کو توڑیگا اس حدیث کی شرح میں مجمع البحار جلد ۲ ص۲۵۷ پر یہ لکھا ہے۔ ای یبطل الابطال لشریعۃ النصاریٰ۔ کہ کسر صلیب سے مراد یہ ہے۔ کہ وُہ مسیح موعُود عیسائیوں کی شریعت اور مذہب کو باطل کرے گا۔ دنیا جانتی ہے۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کو ثابت کر کے حضرت مسیح موعُود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ہی عیسائیوں کے فتنہ کو پاش پاش کیا ہے ؛

۴- آنے والے مسیح کا حُلیہ پہلے مسیح کے حُلیہ کے خلاف یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ فاذا رجل اٰدم کاحسن ما یریٰ من اٰدم الرجال (بخاری جلد ۲ مصری ص۱۷۰) کہ وُہ گندم گوں آدمیوں سے خوبصُورت گندمی رنگ کا ہوگا۔ یہ علامت بھی حضرت مسیح موعُود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پائی جاتی ہے ؛

۵- یخرج رجل من وراء النھر یقال لہ الحارث حراث علیٰ مقدمتہ رجل یقال لہٗ منصُور الحدیث رواہ ابو داؤد (مشکوٰۃ مجتبائی ص۴۷۱ باب اشراط الساعۃ) کہ معزز زمینداروں میں سے ایک شخص جو نسل کے لحاظ سے بخاری یا سمرقندی لوگوں سے ہوگا۔ نکلیگا۔ اُس کے تابعداروں کا راہ نما خدا تعالےٰ سے تائید یافتہ ہوگا۔ ہر مومن پر فرض ہے۔ کہ اُس کو قبول کرے۔ اور اس کی مدد کرے۔ یہ نشانی بھی حضور علیہ السلام میں پائی جاتی ہے ؛

۶- مسیح موعُود کی ایک یہ علامت لکھی ہے۔ کہ جب وہ اسلام کے دشمنوں سے مقابلہ کر رہا ہوگا۔ اور لوگ اس کی مخالفت کرنے سے باز نہیں آئیں گے۔ تو فیرسل اللہ علیھم النغف (مسلم و مشکوٰۃ مجتبائی ص۴۷۳) یعنی اللہ تعالےٰ طاعونی پھوڑے کے رنگ میں عذاب نازل کرے گا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی آمد کے بعد حضوُر کی پیشگوئی کے مطابق طاعُون اس زور سے پھوٹ پڑی کہ کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ پس یہ بھی فرمُودہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق حضوُر علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی صداقت کا زبردست ثبوت ہے، چنانچہ آپ نے بھی فرمایا ہے:- ؎

تو نے طاعوں کو بھی بھیجا میری نصرت کے لئے
تا وُہ پُورے ہوں نشاں جو ہیں سچائی کا مدار

پس سید الانبیا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمُودات کے مطابق حضرت مسیح موعُود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا تعالےٰ کے سچے مامُور ہیں۔ مبارک ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وُہ شیدائی جو آپ کے حکم کے مطابق زمانہ کے مامُور کو شناخت کریں ؛

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت

(از جناب شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی)

ایڈیٹر صاحب الفضل نے الفضل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت پر ایک سلسلہ مضامین شائع کرنیکی تجویز کی ہے۔ اور اس غرض کے لئے انہوں نے سلسلہ کے ممتاز علماء اور بعض دوسرے اہل قلم کو تحریک کی ہے۔ کہ وہ اس موضوع پر مضامین لکھیں۔ خاکسار عرفانی کو بھی سلسلہ کا ایک خادم قدیم سمجھ کر اس قلمی مجاہدہ میں شرکت کی دعوت دی ہے۔ میں اس دعوت کو نہایت ہی خوشی سے منظور کرتا ہوں۔ اور باعث سعادت سمجھتا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر کچھ بھی لکھنا۔ ایک ایسا محبوب کام اور ایمان افزا شغل ہے۔ کہ میرے زاویہ نگاہ سے وہ باعث نجات اور موجب رضائے الہٰی ہے۔ اس لئے میں ایڈیٹر صاحب کا شکر گزار ہوں۔ کہ انہوں نے مجھے اس سعادت سے بہرہ اندوز ہونے کا موقعہ دیا۔

فطرتی استدلال

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کے اظہار و ثبوت کیلئے جو طریق میں استعمال کرنا چاہتا ہوں۔ وہ بادی النظر میں علمی طریق استدلال سے شاید عاری سمجھا جائے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں معروف علمی طریق اختیار کرنے کیلئے مجبور ہوں۔ اول تو اس لئے کہ میں کسی یونیورسٹی کا ڈگری یافتہ نہیں اور علماء کی صف میں کھڑا ہونیکا مدعی اور اہل بھی نہیں۔ میری حالت تو اس مٹی کی سی ہے۔ جو سعدی شیرازی کو کسی حمام میں ملی تھی۔ اور جس نے شیخ کے استفسار پر کہا تھا۔ ؎

جمال ہمنشین در من اثر کرد ؎ وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

علاوہ بریں اس علمی نقطہ خیال سے میں سمجھتا ہوں۔ یہ میدان فتح ہو چکا ہے۔ گو ہر روز نئے نئے طریق استدلال نکلتے آئیں گے۔ لیکن خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو علمی بنیاد اپنی صداقت کی رکھی تھی۔ اور خدا تعالیٰ کی وحی و الہام سے رکھی تھی۔ آج اس پر آپ کے خدام علماء نے ایک رفیع الشان قصر تعمیر کر دیا ہے۔ اس لئے میں یہ میدان انہیں بزرگوں کے لئے چھوڑتا ہوں جن کی عالمانہ شخصیت ہمارے لئے واجب الاحترام ہے۔ میں جو کچھ بیان کرونگا اپنے ذوق اپنی معرفت اور بصیرت کی بناء پر کرونگا۔ اس لئے۔ کہ میں ایسے فطرتی استدلال یقین کرتا ہوں جہاں انسان علمی بحثوں کے کجدار و مریز سے بچتا ہوا چلا جاتا ہے۔ پس میرا طریق استدلال میرے تاثرات اور مشاہدات پر مبنی ہوگا۔ میرے مضمون میں علمی مباحث کی تلاش بے سود ہوگی۔ میں نے فطرت کی آنکھ سے دیکھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے دعاوی میں صادق پایا۔ اور آج آپ کے مرفوع ہونے کے بعد بھی آپ کی صداقت کے دلائل زندہ اور قوی پاتا ہوں۔

مظاہر قدرت

اس امر کا اقرار انسانی فطرت میں موجود ہے۔ کہ اس دُنیا کا کوئی خالق اور رب ہے۔ اور وہی انسان کا حقیقی معبود مطاع اور محبوب ہے۔ اس مقصد کے حاصل کرنیکے لئے کہ ہم اسی معبود حقیقی کی شناخت کریں اور ایک ذوق آفرین بصیرت ہمیں اس کی ہستی پر پیدا ہو۔ خدا تعالےٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بھیجنے کا ایک سلسلہ قائم کیا بھیک اسی طرح جیسے اسنے نفس انسانی کی ظاہری تکمیل کے لئے مادیات اور جسمانیات کے سلسلہ میں دوسرے مظاہر قدرت کو پیدا کر دیا ہے اور یہی وہ سر ہے۔ کہ قرآن مجید نے مظاہر قدرت کا بار بار ذکر کیا ہے۔ جہاں انسان کی فکری اور ذہنی قوتوں کو پیدا کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ وہاں اس کے سامنے اپنے صحیفہ فطرت اور کتاب قدرت کے کھلے اوراق کو بھی پیش کر دیا۔ اس لئے کہ قرآن مجید اس خدا کو پیش کرتا ہے۔ جسکی ہستی اور کامل صفات کا اعلان بصائر قدرت کی طرف سے ہو رہا ہے۔

قصر رُوحانیت کے معمار

جسمانیات اور مادیات کے سلسلہ کائنات میں راز حیات آفتاب یا نیّر اعظم کے وجود سے وابستہ نظر آتا ہے اس کے سمجھنے کے لئے کسی فلسفہ اور سائنس کے پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ یہ امر ہمارے روزانہ مشاہدہ میں آرہا ہے کہ کل مخلوقات ارضی کے قیام و حیات کو اس نیّر اعظم سے بہت بڑا تعلق ہے۔ اس کی روشنی اس کی حرارت زمین کے اندر داخل ہو کر جہاں ایک طرف انواع و اقسام کی اجناس کی خلق کی محرک و موید ہوتی ہے دوسری طرف انسان اور دوسری مخلوق کے لئے سامان بقا پائیہ حیات مہیا کرتی ہے اور جن اشیاء کی حیات نشوونما آفتاب کی روشنی اور حرارت کی متحمل نہیں۔ ان کے لئے ایک دوسرا نیّر درخشاں یعنی چاند موجود ہے۔ جو اس سورج سے فیض پاتا ہے اور رات کو طلوع کرتا ہے۔ یہ نظارہ ہر روز ہم دیکھتے ہیں۔ ایک گنوار دہقان بھی ان اجرام سماوی کے تاثرات سے واقف ہے۔ یہ تاثرات ہماری جسمانی تکمیل اور ضروریات دی کے لئے ہیں۔ جو اصل انسان نہیں۔ بلکہ ایک چیز اس سے بالاتر ہے۔ جو نفس انسانی یا روح انسانی کہلاتی ہے۔ پس اس کی مخفی قوتوں کو بیدار اور ان روحانی جذبات کو نشوونما دینے کے لئے جو وجود دنیا میں آتے ہیں۔ وہ مذہبی اصطلاح میں انبیاء علیہم السلام کہلاتے ہیں۔ جسطرح پر یہ مظاہر قدرت انسانی جسم کی تکمیل اور اسکی طبعی ضروریات زندگی کے لئے محرک و موثر ہوتے ہیں۔ اسی طرح قصر روحانیت کی تعمیر کے لئے یہ ہستیاں جن کو ہم نبی۔ رسول۔ مامور من اللہ وغیرہ الفاظ سے موسوم کرتے ہیں۔ بطور معمار کے ہوتی ہیں۔ ان کے آنے کیساتھ روح کے جذبات مخفیہ میں ایک حیات پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ اپنے اثر اور قوت کے ذریعہ انسان کو زمین سے اٹھا کر آسمان پر لیجاتے ہیں اور خدا سے بھولے ہوئے بندوں کو اس تک پہنچاتے ہیں۔ اس لئے کہ جو خدا کے پاس سے آتا ہے وہی اس تک لیجاتا ہے۔

بعثت مسیح موعود

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت اسی طرح ہوئی جسطرح خود سرور انبیاء علیہم السلام آئے۔ انہوں نے اپنی آواز اسی طرح بلند کی جسطرح پہلے آنیوالوں نے اپنا صور پھونکا۔ کوئی انوکھی بات آپ کے دعویٰ اور مقام و حیثیت میں نہ تھی بجز اسکے کہ آپکو تمام فیوض و برکات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع اور آپکی محبت میں فنا کے ذریعہ ملے۔ اور اس طرح پر آپکی بعثت فی الحقیقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ثانی تھی۔ وہ لوگ جو معرفت اور بصیرت کی آنکھ سے بے بہرہ ہوتے ہیں انپر اس قسم کے الفاظ گراں گزرتے ہیں مگر سچ یہی ہے۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:- ؎

ہر تار و پود من بسراید بعشق او — از خود تہی و از غم آں دلستاں پرم

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی صدائے حق بلند کی۔ تو خدا کی وحی نے اس کے لئے یہ الفاظ پسند فرمائے۔ قل ما کنت بدعا من الرسل کہدو کہ میری کارسالت کوئی عجوبہ نہیں۔ یہ پہلا ہی دن نہیں کہ دنیا میں رسول آیا ہو۔ انبیاء اور رسل ہمیشہ سے ہوتے آئے ہیں۔ اسی طریق پر میں مبعوث ہوا ہوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا کے مامورین اور مرسلین کا آنا کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ ہم اسے حیرت و تعجب سے دیکھیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی دعوت کا اعلان خدا تعالیٰ کی وحی سے کیا۔ ایسی صدائیں جب بلند ہوتی ہیں۔ اسوقت ان کے ساتھ دنیا کا کیا سلوک ہوتا ہے۔ یہ بھی کوئی مخفی امر نہیں۔ دنیا کے تمام مذاہب کی تاریخ گواہ ہے کہ اس آواز کی شدت سے مخالفت کی جاتی ہے۔ اور اسکے دبانے کے لئے پورا زور لگایا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں انبیاء و رسل کے واقعات کو بیان کیا گیا ہے آدم اور ابلیس کی جنگ کے مختلف مناظر اور مظاہرے ہم دیکھتے ہیں۔ اس لئے اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ خلاصہ کے طور پر ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ ہر آواز جو خدا کے نام سے کسی نے بلند کی۔ اسکی مخالفت کے لئے شیطان اور اسکی ذریت نے پورا زور لگایا لیکن انجام کار وہ آواز غالب رہی اور مخالف کا ہی ... ہوتا رہا۔

صحیفۂ قدرت کی شہادت

قرآن مجید کو جب ہم تدبر اور غور سے پڑھتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ وہ ہماری ذہنی اور فکری قوتوں کی تربیت اور نشوونما پر بہت زور دیتا ہے۔ وہ محض تحکم کے طور پر کسی چیز کو منوانے کا عادی نہیں۔ بلکہ اگر کسی چیز کے ماننے کا حکم دیتا ہے۔ تو دلائل و براہین کی ایک زبردست قوت سے منواتا ہے اور ایسے طور پر کہ خود انسان کی فطرت اس کی صداقت پر شہادت دے اٹھتی ہے۔ اور اگر وہ کسی باطل کی تردید کرتا ہے تو یہ کہہ کر نہیں اسے رد کر دیتا۔ کہ میں کہتا ہوں۔ یہ باطل ہے۔ بلکہ اسے بھی دلائل سے ثابت کرتا ہے اور دلائل میں اس کا جو طریق استدلال ہے وہ ایسا صاف اور سلجھا ہوا ہے۔ کہ صحیفہ قدرت اس کی موید شہادت ہوتا ہے۔ اسی لئے وہ کہتا ہے۔ لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحییٰ من حیّ عن بینۃ۔

احیاء و اہلاک یعنی اظہار حق اور تردید باطل دونوں بینات کے ذریعہ ہوتی ہیں۔ بینہ کا لفظ بتاتا ہے۔ کہ قرآن مجید جس طریق استدلال کو اختیار کرتا ہے۔ وہ نہایت واضح اور روشن ہے عقل انسانی اس کی موید صحیفہ فطرت اس کا شاہد ہے۔ اسی قرآن مجید بعض مقامات پر اسے کتاب مبین بھی کہتا ہے۔ مناظر قدرت کو بار بار پیش کرنا اور ان سے استشہاد کرنا بتاتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی یہ قولی کتاب ہر صداقت کی زبردست موید ہے۔

یہ نہایت وسیع اور لذیذ مضمون ہے۔ میں اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتا۔ ورنہ انسانی پیدائش اس کی غایت۔ کائنات میں اس کا مقام اور خلافت۔ وحی و الہام کی ضرورت۔ انبیاء کی بعثت۔ قیامت وغیرہ تمام مسائل قرآن مجید میں مشاہدات قدرت کو پیش کر کے ثابت کئے گئے ہیں۔ اور بار بار انسانی عقل و فکر۔ تدبر۔ اور اس کے حواس ظاہری سماعت۔ بصارت وغیرہ کو اپیل کی گئی ہے۔ مثلاً جب بھی وحی و الہام کے مسئلہ کو پیش کیا ہے۔ تو بارش اور پانی کے نظارے اور تاثیرات کا مشاہدہ انسان کے سامنے رکھ دیا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے وجود سے کیا تغیرات دنیا میں ہوتے ہیں۔ ان کو جب قرآن مجید پیش کرتا ہے۔ تو سورج۔ چاند۔ زمین و آسمان کے مناظر قدرت کو یاد دلاتا ہے۔ ہر شخص اس نقطہ نظر سے جب غور کریگا۔ تو اسے معلوم ہوگا۔ کہ خدا کی لکھی ہوئی کتاب میں ہر صداقت کا ثبوت موجود ہے۔

حضرت مسیح موعود کا دعویٰ

اس اصل کے بعد اب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کو لیتا ہوں۔ حضرت مسیح موعودؑ ایک مامور کی طرح کھڑے ہوئے آپ کا دعویٰ دو قسم کے لوگوں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ ایک وہ جو مسلمان کہلاتے ہیں۔ دوسرے وہ جو مسلمان نہیں۔ بلکہ اپنے آپ کو کسی دوسرے مذہب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ زیر بحث نہیں ہو سکتا۔ آپ کی تشخصیت ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ وہ خود مسیح موعودؑ کے آنے کے قائل اور منتظر تھے۔ اس میں بھی کوئی شبہ اور کلام نہیں۔ کہ صلحائے امت نے مسیح موعود کی آمد کے زمانہ کا جو تعین اپنے کشوف و الہامات یا خداداد فہم و فراست کی بنا پر کیا۔ وہ اس صدی سے آگے نہیں جاتا۔ اس لئے یہ مرحلہ بالکل صاف ہے۔ کہ آنے والا اسی عہد میں آنا چاہیئے۔ خود زمانے کی ضروریات۔ مقررہ نشانات بھی اسی عہد میں آنے والے کی تلاش پر زور دیتے ہیں۔ ایسی حالت میں کل روئے زمین پر کسی ایسے مدعی کا نشان پیش کرنا چاہیئے۔ جس نے اپنے آپ کو ان بشارات کا مصداق قرار دیکر آج دعویٰ کیا ہو۔ اس وقت ایک ہی مدعی کھڑا ہونا۔ اور اس کا اپنے دعویٰ کے اثبات میں خدا تعالیٰ کی تائیدات کو پیش کرنا ایسا امر نہیں ہو سکتا۔ کہ اسے نظر انداز کر دیا جائے:

وہ لوگ جو دوسرے مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ بھی بجائے خود اس زمانہ کے لئے اپنی مذہبی روایات اور بشارات کے ماتحت کسی آنے والے کی راہ تکتے ہیں۔ لیکن کوئی آدمی ان میں مامور نہیں ہوتا یا کم از کم دعویٰ نہیں کرتا۔ کہ وہ اس روایت اور بشارت کے مطابق ان میں موعود ہو کر آیا ہے۔ بلکہ یہ دعویٰ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا۔ کہ وہ خدا کی وحی کے موافق تمام قوموں کے منتظر موعود کے رنگ میں آیا ہے۔ اس جہت سے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ یہ حیثیت رکھتا ہے۔ کہ اس کے رد کرنے میں جرأت نہ کی جائے۔

مدعی کی قبل از بعثت زندگی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس دعویٰ پر غور کرتے ہوئے سب سے پہلی بات جو سوچنے کے قابل ہے۔ یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس دعویٰ کی غرض و غایت کیا ہو سکتی ہے؟ اتنا بڑا دعویٰ جو اگر سچا نہ ہو تو خدا تعالیٰ پر افترا اور مدعی کو مفتری اور اظلم بنا دیتا ہو کرنے کے لئے کوئی شخص جس کے سر میں دماغ اور اس میں عقل پہلو میں دل اور اس میں خدا کا خوف ہو تیار نہیں ہو سکتا۔ ہاں بعض اغراض سفلی اور طبعی دنائت اس کا موجب ہو سکتے ہیں۔ اور یہ امر ہر ایسے مدعی کی حالت سے آسانی معلوم ہو سکتا ہے۔ اس لئے قرآن مجید نے ایک ایسا اصل تجویز کر دیا ہے کہ اسے مدنظر رکھتے ہوئے انسان دھوکہ نہیں کھا سکتا۔ اور وہ اصل ایسے مدعی کی قبل از بعثت زندگی ہے۔ ولقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون۔ یہ چیلنج آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کے سامنے پیش کیا۔ اپنے واقف کاروں اور دشمنوں کے سامنے یہ دعویٰ کیا۔ لیکن کسی کو کبھی ہمت نہ پڑی۔ کہ آپ کی پاکیزہ فطرت اور مقدس زندگی پر حرف رکھ سکے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کی اس وحی کے ماتحت اپنے دعویٰ کے منکروں کو پکارا آپ کی مخالفت میں ہزاروں صفحات لکھے گئے لیکن نہ ہوا تو یہ کہ دعویٰ سے قبل آپ کے سوانح حیات پر کوئی اعتراض نہ کر سکا۔ بلکہ دشمنوں تک نے تسلیم کیا۔ کہ آپ کی زندگی بے عیب زندگی تھی۔ یہ بھی مسلم امر ہے۔ کہ آپ کو شہرت سے نفرت منظر عام پر آنے سے بالطبع کراہت۔ خلوت سے محبت اور گوشہ گمنامی میں پڑے رہنے سے دلبستگی تھی۔ اس لئے یہ کوئی غرض اور مقصد آپ کا نہیں ہو سکتا تھا۔ آپ کی خاندانی وجاہت اور شرافت عزت و شہرت کے لئے کافی تھی۔ آپ کا مقصد اگر دنیا کی عزت اور دنیا کا مال و دولت ہوتا تو آگے چل کر یہ امر آپ کے طرز عمل سے کھل جانا چاہیئے تھا۔ کیا واقعات اس کی تائید کرتے ہیں؟ آؤ ذرا غور سے سرسری نظر ڈالیں۔

مخالفت کے طوفان میں مسیح موعودؑ کا اقدام

آپ نے دعویٰ کیا۔ اس پر ایک طوفان بے تمیزی پیدا ہوا۔ یہاں تک کہ بعض لوگ جو بڑے مخلص ارادت مند اور وفادار اور جان نثار دوست سمجھے جاتے تھے۔ وہ بھی الگ ہو گئے۔ نہ صرف الگ بلکہ انہوں نے بالمقابل کھلا کھلا اعلان جنگ کیا۔ نہ صرف اعلان جنگ بلکہ ایک محاذ قائم کر کے تمام ہندوستان میں آگ لگا دی اور اندر باہر دشمنوں کا ہجوم کر دیا۔ اسی مخالفت میں کبھی شرافت اخلاق اور انسانیت کے مظاہرہ کو ترک کر دیا گیا کھلی اور گندی گالیاں دی گئیں۔ لوگوں کو بھڑکانے کے لئے مختلف قسم کے منصوبے کئے گئے۔ دنیا میں رہنے کے لئے عرصہ حیات تنگ کر دینے میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا گیا۔ اب میں ہر منکر مکذب اور مخالف سے پوچھتا ہوں۔ کیا وہ ایسے طوفانی سمندر میں مفتری کہلا کر اور فی الحقیقت ہو کر قدم رکھنے کو تیار ہے؟ اگر انسانی فطرت مر نہ چکی ہو۔ اور عقل و حواس مفقود نہ ہو گئے ہوں۔ تو کوئی شخص بھی اس مقام پر کھڑا ہونے کو تیار نہیں۔ اس لئے کہ فطرت انسانی آرام و آسائش کو چاہتی ہے اور وہ ہر قسم کی مخالفت کو اپنے امن کیلئے باعث خوف و نقصان سمجھتی ہے مگر مسیح موعودؑ کو کیا ہو گیا تھا۔ کہ وہ اس مخالفت اور عالمگیر جنگ کی ذرا بھی پروا نہ کرتے ہوئے آگے بڑھتے گئے۔ اگر آپکے دعویٰ کی صداقت کے لئے کوئی دلیل بھی ہم پیش نہ کریں۔ اور علم النفس کی روشنی میں آپکے اس اقدام کا مطالعہ کریں۔ تو یقیناً یہ تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ یہ جو کسی دوسری روح اور قوت سے کلام کرتا تھا۔ اس کی استقامت اس کی اولوالعزمانہ جرأت صادقانہ فطرت کا اظہار کرتی تھی۔ چنانچہ فطرت صادق کا یہ راز ان الفاظ میں نمایاں ہوتا ہے۔

ہر کسے در دور ایں عالم امان عافیت خواہد۔ چہ افتاد ایں سر ما را کہ می خواہد مصیبت را

اس میں عام فطرت انسانی کے نقشہ کو پیش کر کے اپنی حالت کا اظہار کیا ہے۔ مخالفت ہے اور شدید۔ جنگ ہے اور عالمگیر ہے۔ ہر مذہب و ملت کے لوگ مقابلہ کیلئے کھڑے ہو گئے ہیں ایسی اوقات میں گھبراہٹ۔ وحشت انسانی عقل کو اس حد تک دبا لیتی ہے۔ کہ وہ با اوقات خودکشی کر لیتا ہے۔ مگر سنو یہ صادق کیا کہتا ہے

کجا غوغائے شان بر خاطر من وحشتے آرد۔ کہ صادق بزدلے نبود دگر نہ بیند قیامت را

خون کے آنسو رلانے والے مظالم

حضرت مسیح موعودؑ کے اندر جو روح بولتی ہے۔ انصاف کرو۔ کیا (نعوذ باللہ) یہ کاذب اور مفتری کی روح ہو سکتی ہے۔ برائے عامہ اگر کسی شخص کے ساتھ ہو اور کسی ایک گوشہ کی طرف سے مخالفت ہو یا کوئی آواز بلند ہو تو وہ باعث راحت ہو جاتی ہے۔ مگر یہاں تو اندر اور باہر عوام اور خواص۔ حکومت اور رعایا سب مخالف۔ ایک گروہ قتل و خون پر آمادہ۔ اور لوگوں کو اس فعل شنیع کی تقدیس اور رفعت کا یقین دلانے والا موجود ہے۔ کبھی اسے مقدمات میں پھنسایا جاتا ہے۔ اس کی روزانہ ضروریات کی چیزوں تک پہنچنے میں دقتیں پیدا کی جاتی ہیں۔ زندہ تو زندہ اس کے مُردوں تک سے دشمنی کا اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ قبرستان میں جگہ نہ دی جائے۔ مستورات کی عزت و شرافت کی حفاظت ہر انسان کا ایک صحیح فطرتی خاصہ اور جذبہ ہونا چاہیئے۔ لیکن اس کے دعویٰ کی مخالفت میں انسانیت کے اس جوہر کو بھی برباد کر کے عام اعلان کر دیا جاتا ہے۔ کہ ان کی مستورات کو بلا نکاح لے جانا جائز ہے یہ داستان بہت طویل ہے۔ خون کے آنسو رلا دینے والے مظالم کی تشریحات اس سے ہیں بجز ہیں۔ مگر انصاف کرو۔ کس چیز نے ان تمام حالتوں میں مردانہ وار اسے آگے بڑھنے پر آمادہ کیا۔ اس بصیرۃ اور ایمانی معرفت نے کہ میں خدا کا فرستادہ ہوں وہ کمر باندھ کر پیچھے نہیں ہٹ سکتا وہی مصائب اور مشکلات اسکی تائید اور نصرت کا ایک مٹنے والا ثبوت ہوتی ہیں۔ میں صرف و نحو کے جھگڑوں معقول و منقول کی بحثوں میں نہیں جانا چاہتا۔ ایک واقعہ ایک حقیقت آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ مگر دنیا کے کسی کاذب اور مفتری کا پتہ دو۔ کہ اس پر اس طرح ہجوم کیا گیا ہو اور ہر طرف سے اس پر عرصہ حیات تنگ کیا گیا ہو اور وہ میدان میں کھڑا رہ کر یہی آواز بلند کرتا رہا ہو۔ انا النبی لا کذب میں خدا کا نبی ہوں۔ یہ آواز جب نکلے گی۔ اسی جماعت کے افراد کے منہ سے نکلیگی۔ جو فی الحقیقت خدا کے نبی ہوتے

ہیں۔ اس کی سب سے نمایاں تجلی اور ظہور اتم آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے ہوا۔ اور پھر اس کی عملی تجلی دوبارہ ہم نے اس عہد میں حضرت مرزا غلام احمدؑ (خدا کے ہزار ہزار صلوٰۃ ہوں اُس پر) کی آواز میں دیکھی۔ مصائب کی ان گھنگور گھٹاؤں کو دیکھنے والے ابھی موجود ہیں۔ (الحمد للہ فانی عرفانی بھی ان میں سے ایک ہے) اُنہوں نے ہر طرف سے اُٹھنے والے طوفانوں کو بچشم خود دیکھا۔ اور خدا تعالیٰ کے اس جری کی استقامت اور شجاعت کا بھی انہیں آنکھوں نے نظارہ کیا۔ وہ ایک قوت تھی جو اپنا اثر ہم جیسے کمزوروں پر ڈالتی تھی۔ ہم گھبراہٹ کے ساتھ اس کے گرد جمع ہوتے۔ اور ہم میں سے ہر ایک ایک قوۃ ایک بصیرۃ اور معرفت لے کر اس کی مجلس سے اٹھتا تھا۔ اور وہ یقین کرتا تھا۔ کہ میں ساری دنیا کا مقابلہ تنہا کر سکتا ہوں۔ یہ نرے الفاظ خالی دعویٰ نہیں۔ اس مجلس کے بیٹھنے والوں سے پوچھو۔ ان میں سے بعض کی زندگیاں جن کو خدا تعالیٰ نے اپنے کمالات مخفیہ کے اظہار کا موقعہ دیا۔ آج بھی اس صداقت پر گواہ ہیں۔ کہ وہ ایمانی حلاوت اور خدا تعالیٰ پر کامل یقین کی لذت سے ایسے سرشار ہو گئے تھے۔ کہ خوش ہیرو م تا پائے دار کہتے ہوئے اس کی صداقت کا اعلان کرتے تھے۔ کیا حضرت شہید اکبر صاحبزادہ عبداللطیفؓ کی زندگی اسی جرأت اور شجاعت کا اعلان آج بھی کابل کی سنگلاخ زمین میں نہیں کر رہی۔ میرے دوستو! یہ ایک حقیقت ہے۔ یہ ایک صداقت ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کا وجود خود ایک قوۃ ہو گیا تھا۔ اور آج بھی وہ ایک طاقت ہے پس آپ کی سچائی اور صداقت کا یہ ایک کھلا ہوا منظر ہے۔ اسے فتن کی اطلاع دی گئی۔ اور فاصبر کما صبر اولوالعزم کا ارشاد ہوا۔ اور اس نے ان فتن وابتلاؤں کی ساعات میں دکھا دیا۔ کہ وہ ایک اولوالعزم صادق اور صابر ہے۔

غرض آپ کا اپنے دعویٰ میں دنیا کے آرام و آسائش کو کھو دینا اور ہر مخالفت کے میدان میں پیچھے نہ ہٹنا قدم آگے بڑھانا ایک ایسی کھلی ہوئی دلیل آپ کی صداقت کی ہے۔ جس سے کوئی سلیم العقل انکار نہیں کر سکتا۔ اور انبیاء علیہم السلام کی سیرۃ ہی میں اس شجاعتؑ استقامت کا پتہ ملتا ہے نہ کسی اور میں۔ پس آپ کی پاکیزہ زندگی۔ دعویٰ کے بعد آپ کی خطرناک مخالفت اور اس مخالفت کے طوفان میں آپ کا چٹان ثابت ہونا ایک مطالعہ ہے دلچسپ اور ایک نشان عظیم ہے آپ کی صداقت کا۔

صداقت مسیح موعودؑ کے متعلق چند واقعات

(از جناب خان صاحب نعمت خان صاحب ڈسٹرکٹ وسشن جج دہلی)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن شریف کی قسموں کی فلاسفی بیان کر کے مذہبی دنیا کی تحقیقات کے لئے ایک ایسا گُر پیش کیا ہے جو نہایت بے نظیر ہے۔ اور جس پر عمل کرنے سے مذہب کے نہایت باریک در باریک امور بھی آسانی سے سمجھ میں آ جاتے ہیں۔ وہ گُر یہ ہے۔ کہ جسمانی اور روحانی دنیا کا خالق واحد ہے۔ اس واسطے جسمانی اور روحانی دنیا میں تطابق ہے لہذا جب کبھی کسی روحانی مسئلہ کے سمجھنے میں دقت محسوس ہو۔ تو جسمانی دنیا پر غور کرنے سے اس کا حل مل جائیگا۔

اِس اصل پر عمل کرتے ہوئے جب ہم انسانی نفس کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ انسان کو مختلف عالموں میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ کبھی وہ بچہ ہوتا ہے۔ کبھی جوان اور کبھی بوڑھا۔ کبھی زمیندار بنتا ہے۔ کبھی تاجر کبھی مزدور۔ کبھی وہ بیٹا ہوتا ہے۔ کبھی خاوند اور کبھی باپ۔ کبھی وہ طالب علم بنتا ہے۔ کبھی پروفیسر اور کبھی فلاسفر۔ اسی طرح کبھی وہ مادیات کے عالم میں داخل ہوتا ہے۔ اور کبھی اخلاقیات اور الٰہیات کے عالم میں قدم رکھتا ہے۔

ان مختلف عالموں پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ ہر ایک عالم کے احساسات اور ادراکات علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔ ایک بچہ جب دنیا میں داخل ہوتا ہے۔ تو اس کے لئے ساری دنیا یکساں ہوتی ہے۔ پھر جوں جوں اس میں تمیز کا مادہ ترقی کرتا جاتا ہے۔ وہ مختلف اشیاء میں تمیز کرنے لگ جاتا ہے۔ حتّٰے کہ جب وہ نطق سیکھ جاتا ہے۔ تو اول وہ والدین سے بھائی بہنوں سے اور ہم جولیوں سے مختلف باتیں سیکھ لیتا ہے۔ ان باتوں کا ادراک اسے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ ان کو مذکورہ بالا اشخاص سے نہ سیکھے۔ پھر جب وہ طالب علم بنتا ہے۔ تو جو علم وہ استاد سے سیکھتا ہے۔ اس کا ادراک اسے ہو تاہی بغیر سیکھنے کے اس کا ادراک اس کو نہیں ہو سکتا تھا۔ پھر جب وہ تعلیم حاصل کر کے سوسائٹی میں داخل ہوتا ہے۔ تو اپنے ہم نشینوں سے سوسائٹی کے اخلاق سیکھتا ہے۔ جن کا ادراک اسکو اسیوقت ہوتا ہے۔ زمینداری کے کاموں کا ادراک زمینداروں سے اور تجارت کے کاموں کا ادراک تاجروں سے سیکھتا ہے۔ غرض ہر ایک آدمی کی دنیا اس کے احساسات اور ادراکات کا مجموعہ ہے۔ اور یہ احساسات اور ادراکات اس میں تب تک پیدا نہیں ہوتے جب تک وہ اپنے آپ کو ان اشیاء کے محاذ میں نہ لائے۔ جو ان احساسات اور ادراکات کے پیدا کرنے والی ہیں۔

اس کے بعد جو اصل ہمیں کام کرتا نظر آتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ جب بھی انسان کسی علم میں داخل ہوتا ہے تو اس کی حالت بچے کی سی ہوتی ہے۔ جس طرح بچہ والدین کا ہر معاملہ میں یقین کر کے وہی بات مان لیتا ہے۔ جو وہ بتاتے ہیں۔ اسی طرح ہر عالم میں داخل ہونیوالا انسان اس عالم کے معلم کے صدق کا قائل ہو کر اس سے تعلیم حاصل کرنا شروع کر دیتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اس علم میں ماہر ہو کر پھر خود معلم بن جاتا ہے۔ یہی اصل مذہبی دنیا میں کام کر رہا ہے۔ مذہبی دنیا میں بھی کسی کی بچہ جیسی حالت ہوتی ہے۔ کسی کی جوان کے مانند اور کسی کی بوڑھے کی مانند لیکن زیادہ حصہ ایسا ہوتا ہے جس کی حالت بچے کے مانند ہوتی ہے۔ اور جسے اُمّی کہا جاتا ہے۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی اصل کو بیان فرمایا ہے کہ ہر ایک مولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اس کے والدین اس کو یہودی نصرانی وغیرہ بنا دیتے ہیں۔ بچہ کو والدین کی صداقت پر یقین ہوتا ہے۔ اس واسطے جو بھی مذہبی اصول وہ اسکو سکھاتے ہیں۔ وہ مانتا چلا جاتا ہے۔ یہی اصل ہے جس کے ماتحت اکثر لوگ جو خود مذہبی معاملات میں اُمّی ہوتے ہیں کہدیتے ہیں کہ اگر فلاں شخص یا فلاں مولوی مان لیگا۔ تو ہم بھی مان لینگے۔ اسیطرح یومنون بالغیب میں بھی ایسے ہی لوگوں کی حالت کا نقشہ ہے۔ جو بتانے والے کی صداقت کے قائل ہو کر ان سب باتوں کو محض حسن ظنی کے طور پر مان لیتے ہیں۔ میں نے خود بھی احمدیت کو اسی طرح قبول کیا تھا۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلی ہی کتاب پڑھی۔ تو میرے دل میں کامل یقین پیدا ہو گیا۔ کہ اس کتاب کا مصنف جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ لہذا میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ کو بغیر کسی اور دلیل کے مان لیا۔ اس کے بعد جو انکشافات ہوئے۔ وہ بعد کی بات ہے۔ لہذا میں ان سطور میں صرف اسی معیار کو لیتا ہوں۔ جو ایسے اُمّی آدمیوں کے لئے ہے جو ابھی مذہبی دنیا میں بچے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مذہبی جوانوں اور بوڑھوں کے لئے اور معیار ہیں۔ ان کا میں ذکر نہیں کرونگا۔ بچوں کے لئے جیسا کہ میں نے ذکر کیا ہے۔ یہی معیار ہے۔ کہ وہ یہ معلوم کریں کہ کیا واقعی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام راستباز انسان تھے۔ قرآن کریم نے بھی اسی اصل کو بیان فرمایا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو پیش کر کے کہ فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ پیش کیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی یہی الہام ہوا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی یہ معیار دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اس معیار کے ذریعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کے پرکھنے کیلئے چند ایک واقعات بیان کرتا ہوں جو ایک طالب حق کے دلمیں یقین پیدا کرنے کے لئے کافی ہیں۔

(۱) حضور نے قادیان کے آریہ اور دیگر باشندگان کو چیلنج دیا۔ کہ کوئی آدمی میری زندگی میں بچپن سے لیکر بڑھاپے تک کوئی ایک موقع بھی ایسا ثابت کرے جب میں نے جھوٹ بولا ہو لیکن کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ کہ اس بات کا ثبوت دے۔ مجھے بھی ایک دفعہ دھرمسالہ میں لالہ پرمیشری داس وکیل جن کے والد کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں میں اکثر ذکر آتا ہے کے چچا سے ملنے کا اتفاق ہؤا۔ تو میں نے ان سے پوچھا۔ کہ آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بچپن سے لے کر وصال تک کبھی کوئی عیب دیکھا۔ انہوں نے فرمایا۔ آپ کی زندگی بالکل بے عیب تھی۔ (۲) مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے جو بعد میں حضورؑ کے سخت ترین دشمنوں میں شمار ہوتے تھے۔ اور جنہوں نے حضور پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ حضور کی کتاب براہین احمدیہ پر جو ریویو لکھا۔ اس میں یہ تسلیم کیا ہے۔ کہ حضور بچپن سے نہایت نیک اور راستباز انسان تھے۔ مولوی محمد حسین کی یہ محض حسن ظنی نہیں تھی۔ بلکہ ان کو طالب علمی کے زمانہ میں بہت عرصہ حضور کے ساتھ رہنے کا موقعہ ملا تھا۔ (۳) حضور پر ڈاکخانہ والوں نے ایک مقدمہ دائر کیا جس کی وجہ یہ تھی۔ کہ حضور نے ایک خط کھلے پیکٹ میں ڈالدیا۔ جو ڈاکخانہ کے قواعد کی مطابق جرم تھا۔ حضور کو بعض وکلاء نے مشورہ دیا۔ کہ اگر جھوٹ نہ بولا گیا۔ تو ضرور سزا ہو جائیگی۔ لیکن حضور نے جھوٹ بولنے سے سخت نفرت ظاہر کی۔ اور سزا کی پرواہ نہ کی۔ تو خدا وند کریم نے سچ بولنے پر سزا سے بھی محفوظ رکھا۔※

※ ایسے واقعات صدہا بیان ہو سکتے ہیں۔ جن سے پایا جاتا ہے کہ جب حضورؑ نے اپنی ساری عمر میں کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ تو وہ خدا وند کریم پر کس طرح جھوٹ بول سکتے تھے۔ لہذا ماننا پڑے گا۔ کہ حضور کا یہ دعویٰ کہ حضور کو خدا وند کریم نے رسول اور نبی بنا کر بھیجا ہے۔ سچا تھا۔ اور اسے بلا چون وچرا مان لینا چاہئیے۔ یہ معیار ایسا ہے جس سے سادے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ ہاں جن لوگوں میں مذہبی احساسات اور ادراکات پیدا ہو چکے ہیں۔ ان کے لئے اور معیار بھی ہیں۔ سر دست اسی قدر کافی ہوگا۔ وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین ۰

صداقت مسیح موعود علیہ السلام

میرے نقطۂ نگاہ سے

(از جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب)

جب میں اپنے آپکو سجدوں میں گرا ہوا پاتا ہوں۔ اور دیکھتا ہوں کہ میری روح جناب الٰہی میں پرکیف معنویات کیساتھ ایک شدید اضطراب اور تلاطم میں ہے۔ تو بسا اوقات اسی حالت جبہ فرسائی میں میں نے ایک تحیر کا احساس بھی اپنے پہلو میں پایا ہے۔ کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا احسان ہم پر نہ ہوتا۔ تو یہ سر جس کی تربیت ایسی فضا میں ہوئی ہے جو دہریت کی خطرناک زہروں سے سراسر پر ہے۔ کبھی ایک آن واحد کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کے حضور نہ جھکتا۔ ہزاروں نوجوان ہیں۔ جن کے دینی جذبات انہی زہروں سے متاثر ہو کر بالکل مردہ ہو چکے ہیں۔ اور وہ نہ صرف یہ کہ سجدوں میں نہیں جھکتے بلکہ اس کو اپنے لئے عار سمجھتے ہیں۔ اور جھکنے والوں پر ہنستے ہیں۔ کہ کیا تجھو ہیں۔ زمین سے چمٹے پڑے ہیں! میں بھی انہی ہنسنے والوں میں سے ایک ہوتا۔ اور شاید اول نمبر پر ہوتا۔ اگر مسیحائی احیاء کا اعجاز میری دستگیری نہ کرتا۔ ہمارے زمانہ کی دہریت کا زہر ایسا خطرناک ہے۔ کہ اس سے بڑھ کر دینی جذبات کو ہلاک کرنیوالا زہر آج سے پہلے کبھی پیدا نہیں ہوا۔ اور میں اب بھی اپنی اس موجودہ حالت میں جب اس کے زہریلے اثرات کو خیال میں لاتا ہوں تو مجھے ہرگز سمجھ نہیں آتا۔ بلکہ حیرت ہوتی ہے۔ کہ کسطرح یہ ممکن ہوا۔ کہ اس دہریت کے ہوتے ہوئے میری روح محبت کے سچے جذبات میں تملاتی ہوئی آستانہ الٰہی پر جھک جاتی ہے۔ اس دہریت سے واقفیت کا نتیجہ سوائے اس کے اور کچھ نہ تھا۔ کہ وہ جذبات مردہ ہوں۔ دینی جذبات کی یہ زندگی آسمانی آب حیات کے نتیجے میں ہے جو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں پلایا۔ اور ہمارے مسیح انہ رنگ میں ایک ایسا تریاق ثابت ہوا۔ کہ ہماری روحیں زندہ ہو کر جناب الٰہی سے مناجات کر رہی ہیں۔ اور اپنے سجدوں میں تڑپ رہی ہیں۔

کہنے کو پہلے نمازیں نہ پڑھی جاتی تھیں؟ اور سینکڑوں پیر ہیں۔ جن کے مرید تہجد، وظیفہ خوانیوں، چلہ کشیوں میں رات دن مشغول ہیں۔ اور نمازوں میں بلکہ نمازوں سے باہر بھی ان کو ایسے ایسے وجد طاری ہوتے ہیں۔ کہ مجلسیں کانپ اٹھتی ہیں۔ یہ صحیح ہے۔ اور ہم میں بہت ہیں۔ جو یہ تماشے بھی دیکھ چکے ہیں۔ مگر ہمیں ان تماشوں کا ذکر کرتے ہوئے ایسے شرم آتی ہے۔ بلکہ ان باتوں کو اسلام کی طرف منسوب کرنا ہمارے اندر نفرت کا احساس پیدا کرتا ہے۔ وہ ایک نقالی ہے۔ جو اس سچی معرفت سے خالی۔ اور ربانی تجلی سے معرا ہے جو آج ہمیں مسیحائی آب حیات کے طفیل نصیب ہوئی۔ یہودیوں میں بھی ایسے بہت ڈھکوسلے تھے۔ اور ہر مذہب میں ہیں۔ مگر وہ مقام معرفت تک نہیں پہنچا سکتے۔ اور ان باتوں نے ہمیں وہ نور نہیں عطا کیا جس کی روشنی میں ہم اس دہریت کا مقابلہ کر سکتے۔ جو ہماری روح کو تباہ کرنے کے لئے بلائے عظیم کی طرح اٹھی۔ باوجود ان تمام ڈھکوسلوں کے ہم اس کا شکار ہو رہے تھے۔ ہمیں اگر پناہ ملی ہے۔ تو آغوش مسیحائی میں۔ جس نے ہمیں آسمانی آب حیات سے ایسا پلایا ہے کہ آج ہم اس دہریت کو بھسم کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ اور اپنے سینوں میں کامل یقین رکھتے ہیں۔ کہ ہم اس کی صف جلد ہی لپیٹ کر بھاڑ میں جھونک دیں گے پہلے وہ ہم کو کھانا چاہتی تھی۔ مگر آج ہم اسکو کھانیکی تیاریاں کر رہے ہیں۔ ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا۔ زندگی کے آثار کیا ان وظیفہ خوانوں اور چلہ کشوں میں کہیں نظر آتے ہیں؟ ذرا غور تو کرو! وہ چلہ کشیاں تو خودکشیاں ثابت ہوئیں۔ جنہوں نے انہیں نہ اپنی زندگی کا احساس باقی چھوڑا۔ اور نہ دوسروں کی زندگی کی فکر۔ مگر ہماری جبہ فرسائیوں نے ہمیں اپنے اور بیگانے دونوں کو دلفگار بنا دیا ہے۔ اور سجدوں میں ہماری روح سارے جہان کے لئے تڑپ رہی ہے۔ عالم اسلامی میں سے ایک احمدی کی روح ہی ہے۔ جو اس دہریت کی فضا سے غلطان و پیچان ہے۔ اور وہ خدا کی قرنا بنکر ندائے آسمان کو چار دانگ عالم میں پھیلا رہی ہے۔ یہ ہمارا اضطراب کس کے اضطراب کا انعکاس ہے؟ اسی کا جو یہ کہتا ہے۔ "خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا" صداقت اپنا اثر رکھتی ہے مسیح موعود کی صداقت بھی اپنے اثرات رکھتی ہے۔ دیکھو! کس نے آکر عالم مذاہب میں ہیجان برپا کیا۔ اور وہ کون ہے۔ جس کے انفاس قدسی سے متاثر ہو کر ہر ایک مذہب نے اپنے خیالات میں رد و بدل شروع کر دیا۔ اور اپنے لئے علم کلام کی ایک نئی طرح ڈالی اور سابقہ ٹیڑھی سے کھسک کر ایک نئی پٹڑی اختیار کی ہے۔ جو پہلے کی نسبت صراط المستقیم سے زیادہ قریب ہے۔؟ ایک ہندو بھی جو صدیوں کا بت پرست ہے آج یہ ثابت کرنے کی جد و جہد کرتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ کہ وہ عناصر جن کو وہ پہلے پوجا کرتا تھا۔ درحقیقت ایک ہی خدا کے نام ہیں۔ اور ایک عیسائی بھی اپنی مایۂ ناز تثلیث میں رنگ آمیزیاں کر رہا ہے۔ ایک مولوی بھی اپنی دقیانوسی کو خیرباد کہکر عقل مندوں کی طرح باتیں کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ مسیح شدہ مذہبی ذہنیت میں یہ عام انقلاب کس کے شعور کا نتیجہ ہے؟ کیا ہمارے اس زمانے کے علم و فلسفہ کا؟ یورپ کے مسیح پرست عیسائیوں نے مسیح موعود کی بعثت سے پہلے اس علم و فلسفہ سے کیوں نہ فائدہ اٹھایا۔ اگر یہ اسی کا نتیجہ ہے؟ اور وہ علم و فلسفہ تو دہریت کا ٹھوس مجسمہ ہے۔ جس میں مذہبی روح کا نام و نشان نہیں۔ اور جس پر اعتماد رکھکر مذہب تو سر سے سلامت ہی نہیں رہتا چہ جائیکہ اس کی طرف اس عمدہ تغیر کو منسوب کیا جاسکے۔ جو گذشتہ چالیس سال کے عرصہ میں عالم مذاہب میں پیدا ہوا ہے۔ مادی علم و فلسفہ نے مذہب کے ساتھ اگر کوئی کشمکش کی ہے۔ تو وہ ہمیشہ جہت نفی میں کی ہے۔ اور ہم دیکھتے چلے آ رہے ہیں۔ کہ جب انکی متضاد کوشش اپنے زور پر ہوتی ہے۔ تو آسمان سے نبوت کی ایک قرنا پھنکتی ہے۔ اور مذاہب کو جہت مثبت کی طرف کھینچتی ہے۔ اور پھر اس کے بعد عالم میں جو بھی عمدہ تغیر پیدا ہوتا ہے۔ وہ دراصل اس آوازہ نبوت کا نتیجہ ہوتا ہے نہ کہ علم و فلسفہ کا۔ اور باہمی کشمکش کی وجہ سے۔ نیز اس لئے کہ ان تغیرات کا تعلق زیادہ تر معنویات کے ساتھ ہوتا ہے۔ جو دیکھی نہیں جاسکتیں۔ کور انہ آنکھیں امتیاز نہیں کر سکتیں۔ کہ یہ کس کا نتیجہ ہے۔ لیکن وہ جو بینا ہیں اور اپنے نفسوں پر جنکی نظر ہے۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ یہ پاکیزہ انقلاب کہاں سے ہے۔ اپنے پس پیش نظر ڈالکر دیکھیں۔ کہ اس دہریت کے گھمسان اور مذہب کی مردگی کے ایام میں سب سے پہلے کون اٹھا۔ جس نے اپنے آپکو آسمانی آواز کہکر مذہب کے اندر وہ حقانیت اور معقولیت کی روح پھونکدی۔ کہ اپنے اور بیگانے دونوں معترف ہوئے

ہاں وہ کون ہے۔ جس نے ایسے وقت میں جبکہ دہریت علم و فلسفہ کو مذہب کے برخلاف بطور حربہ کے استعمال کر رہی تھی۔ اس علم و فلسفہ کو خود دہریت کے برخلاف ہتھیار بنا کر مذہب کی حفاظت کے لئے اس کے آگے کھڑا ہو گیا۔؟ سب سے پہلے جس نے میدان کارزار میں یہ نقشہ بدلا۔ وہی اس بات کا بھی مستحق ہے کہ انکی انفاس قدسی کی طرف مذاہب عالم کے اندر پیدا شدہ نمایاں انقلاب کو منسوب کیا جائے۔ جو جد و جہد نئے علم کلام کو لے کر مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مذاہب عالم کے ساتھ کی ہے۔ وہ کسی سے مخفی نہیں۔ آج بھی وہ اسی طرح زور و شور سے برابر جاری ہے۔ اور یہ جد و جہد ہی بذات خود اسباب کا فیصلہ کن شاہد ہے۔ کہ دنیا میں موجودہ مذہبی انقلاب کس روح القدس کے مضطربانہ تلاطم کا نتیجہ ہے۔ موجودہ علم و فلسفہ کا اثر ہم نے اپنے بڑوں میں بھی دیکھا۔ اور اپنے آپ میں بھی دیکھا۔ سرسید جیسے غمخوار ملت و مذہب نیچریت کی اتباع کرنے لگے اور روحانیت کو ایک لفظی اصطلاح سے زیادہ وقعت نہ دیتے تھے۔ اور اس میں انکی مثال ہو بہو اس تیراک کی سی ہے۔ جو دریا کی طغیانی میں بہاؤ کی سمت تیر کر اپنی نجات چاہتا ہے۔ دہریت کے حملوں سے ڈر کر اس قسم کے تیراک ہر مذہب میں پیدا ہو گئے تھے اس نازک گھڑی میں صرف ایک ہی آواز اٹھی۔ جس نے اپنے آپکو آسمانی آواز کہا۔ اور دریا کے بہاؤ کا رخ بدلنے کے لئے اس کے مقابل کھڑا ہو گیا۔ پس مذاہب میں جو عمدہ انقلاب آج نظر آتا ہے۔ یہ نتیجہ ہے دراصل اس جد و جہد کا۔ جو نہایت نازک وقت میں اس نے کہ نبی مسیح موعود دینے دہریت کے مقابل میں شروع کی۔ نہ ان رفقاء مرزا کا جو طوفان بے تمیزی کی رو میں بہہ پڑے تھے اور نہ اس علم فلسفہ کا جسکو دہریت نے اپنے لئے کار حربہ بنا رکھا تھی۔ اور اس نے ایسے خیال ہو گیا تھا۔ کہ وہ اب کامیاب ہوئی۔ مگر وہی حربہ ایک آسمانی ہاتھ سے اس کے مونہہ پر پڑا اور ایک ربانی آواز قادیان کی سرزمین سے پیشگوئی کرتی ہوئی بلند ہوئی۔ سنریھم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسھم حتّٰی یتبین انہ الحق۔ ان لوگوں کو ہم عنقریب اپنے نشانات دکھائیں گے آفاق عالم میں بھی اور انکے اپنے نفسوں میں بھی۔ یہاں تک کہ ظاہر ہو جائیگا۔ کہ وہ حق ہے

غرض دو قسم کی شہادتیں ہیں مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت پر ایک آفاقی اور ایک انفسی۔ آفاقی میں وہ اہم اور اصولی تغیرات ہیں۔ جو مذاہب کے خیالات میں آپکی بعثت کے طفیل پیدا ہوئے۔ اور جنکا ظہور پذیر ہونا صرف آپکی بعثت کے طفیل ہے نہ کسی اور اسباب کی وجہ سے اور انفسی سے وہ پاکیزہ تبدیلی ہے جو نفوس میں آپکے روحانی فیضان سے واقع ہوئی۔ اور ایسے رنگ سے واقع ہوئی ہے۔ کہ خود تبدیل شدہ روحیں بھی اس کو تحیر کے جذبہ کے ساتھ محسوس کر رہی ہیں

صداقتِ مسیح موعودؑ کے متعلق چند عام فہم دلائل

(از الحاج جناب سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سکندرآباد)

دنیوی معاملات میں راہ نمائی کی ضرورت

دنیا میں کوئی ایسا ملک نہیں جس کا کوئی بادشاہ یا حاکم نہ ہو جس ملک میں رعایا کی سلطنت ہے جیسے امریکہ۔ فرانس وغیرہ وہاں بھی رعایا میں سے کسی ایک لائق شخص کو پریسیڈنٹ بنایا جاتا ہے۔ پھر دنیا میں کوئی ایسی فوج نہیں جس کا کوئی افسر نہ ہو۔ ایسا کوئی مدرسہ نہیں جس کا کوئی مدرس نہ ہو۔ ایسی کوئی سوسائٹی یا انجمن نہیں جس کا کوئی صدر نہ ہو۔ کسی قسم کا جلسہ کیا جاتا ہے۔ تو اس کے لئے بھی ایک میر مجلس منتخب کیا جاتا ہے۔ جاہل مزدوری پیشہ لوگ بھی اپنی راہ نمائی کے لئے اپنے میں سے کسی ایک کو راہ نما بنا لیتے ہیں پھر یہ سلسلہ انسانوں کے علاوہ دیگر جانداروں میں بھی پایا جاتا ہے۔ جیسے شہد کی مکھی۔ ان میں بھی ایک بادشاہ ہوتا ہے جو یعسوب کہلاتا ہے۔ پھر ریلوے ٹرین کو دیکھو بہت سے ڈبوں کے آگے ایک انجن ہوتا ہے جو تمام کو کھینچے لئے جاتا ہے۔ غرض اس طرح تمام معاملات میں ایک لائق پیشرو کی ضرورت ہوتی ہے ؛

دین کے لئے ربانی مصلح کی ضرورت

اسی طرح دین کے لئے بھی دینی راہ نمائی کی ضرورت ہے اور خدا تعالیٰ نے جب سے یہ دنیا شروع کی ہے تب سے انبیاء اور ان کے خلفاء کا سلسلہ جاری کیا ہے۔ اور یہ الٰہی سلسلہ تا قیامت جاری رہیگا۔ آسمان پر بھی ایک شمسی نظام ہے۔ بہت سے ستارے ہیں اور آفتاب ان کا بادشاہ ہے۔ اسی طرح زمین پر یہ نظام ہے کہ نبی روحانی آفتاب ہوتا ہے اور اس کے ماننے والے ستارے کہلاتے ہیں۔ جس طرح انسان کی جسمانی زندگی کے لئے آفتاب کی ضرورت ہے اسی طرح انسان کی روحانی زندگی کے لئے نبی یا ربانی مصلح یا امام کی ضرورت ہے۔ جس طرح آفتاب کی روشنی کے بغیر دنیا میں تاریکی پھیل جاتی ہے۔ اور انسان آنکھیں رکھتا ہوا دیکھ نہیں سکتا۔ اسی طرح ربانی مصلح کے بغیر دنیا میں دینی تاریکی پھیل جاتی ہے۔ اور انسان الہی کتاب رکھتا ہوا دینی تاریکی میں مبتلا ہو جاتا ہے اس لئے جب تک دنیا قائم ہے تب تک یہ دونوں سلسلے جسمانی و روحانی برابر جاری رہیں گے ؛

خدا تعالیٰ رب العالمین ہے اور رسول کریم رحمۃ للعٰلمین

اسلام جس خدا کو پیش کرتا ہے۔ وہ رب العالمین ہے۔ اس لئے جس طرح وہ دنیا کے تمام لوگوں کی جسمانی پرورش کرتا ہے۔ اسی طرح ان کی روحانی پرورش بھی کرتا ہے۔ اسی لئے اس نے تمام اقوام میں انبیاء مبعوث فرمائے جیسا کہ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔ ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔

ان رسولوں کا سلسلہ خاص خاص قوم کے لئے تھا۔ پھر وہ وقت آیا جب خدا تعالیٰ نے دنیا کی تمام اقوام کے لئے ایک کامل مذہب مقرر فرمایا جو اسلام ہے۔ تب حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے عظیم الشان نبی کو مبعوث فرما کر دنیا کی تمام اقوام کے لئے آپ کو رحمۃ للعٰلمین قرار دیا۔ آپ رحمۃ للعٰلمین اس طرح ہیں کہ خواہ کسی قوم کا کوئی شخص ہو جب آپ پر ایمان لے آئے۔ اور آپ کی تعلیم کے مطابق عمل کرے تو وہ دونوں جہان کی نعمتوں کا وارث ہو جاتا ہے۔ اس جہان کی نعمت یہ ہے کہ ایسا شخص خدا تعالیٰ کا محبوب ہو جاتا ہے۔ جس قدر وہ نیک اعمال بجا لاتا ہے۔ اسی قدر روحانی فیض میں ترقی کر جاتا ہے حتیٰ کہ وہ خدا تعالیٰ کا ولی بن جاتا ہے خدا سے باتیں کرتا ہے خدا اس سے باتیں کرتا ہے۔ اس طرح وہ اسی جہان میں جنت حاصل کر لیتا ہے۔ اور جب وفات پاتا ہے تو دوسرے جہان میں خدا تعالیٰ کے قرب کے خاص درجے حاصل کرتا ہے۔ یہ کتنا بڑا فضل ہے جو انسان کو اس رحمۃ للعٰلمین کے طفیل حاصل ہوتا ہے۔ پھر یہ فضل صرف اسی زمانے کے لوگوں تک محدود نہ رہا بلکہ آپ کے رحمۃ للعٰلمین ہونے کے سبب ہر زمانہ میں جاری رہا اور تا قیامت جاری رہے گا

اسلام میں ایسے ربانی مصلح کا ظہور ہر صدی کے سر پر ہوتا ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے اس رحمۃ للعٰلمین کے ذریعہ یہ اعلان کرایا کہ ان اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا یعنی ضرور ضرور اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے شروع میں ایک ایسے شخص کو مبعوث کرے گا جو دین کو تازہ کرے گا ؛

یہ اسلام کی ایسی عظیم الشان خصوصیت ہے جو کسی اور مذہب میں پائی نہیں جاتی۔ ہر ایک مسلم کا فرض ہونا چاہیئے کہ اس سے فائدہ اٹھائے اور دوسروں کو بھی تبلیغ کرے ؛

ناجی فرقہ

مسلمانوں میں یہ مسلّم ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میری امت کے ۷۳ فرقے ہوں گے ان میں سے ایک کے سوائے تمام جہنمی۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کونسا فرقہ جنتی ہوگا۔ آپ نے فرمایا ما انا علیہ واصحابی۔ یعنی جو کام میں اور میرے اصحاب کرتے ہیں۔ وہ کام کرنے والا جنتی ہوگا۔ آپ اور آپ کے صحابہ کا اصل کام جس پر دن رات وہ لگے رہے تبلیغ اسلام تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ربانی مصلح کے ذریعہ جو جماعت قائم ہو اور جو دن رات خدا کی مخلوق کو اسلام کی تبلیغ میں مصروف رہے وہی اسلام کا ناجی فرقہ ہے ؛

موجودہ زمانہ کا ربانی مصلح

خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق اس چودھویں صدی میں ایک عظیم الشان مصلح مبعوث کیا ہے جس کا اسم مبارک حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ آپ نے خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق دعویٰ کیا اسلام کی تائید اور مخالفین اسلام کے جواب میں عربی فارسی اردو میں اسّی کے قریب تصانیف شائع کرکے اسلام کو کامل طور سے تازہ کیا۔ مخالفین اسلام جو اعتراضات اسلام پر کرتے تھے اس کی تردید کرکے اسلام کی وہ خوبیاں اور رحمۃ للعٰلمین کی وہ شان دنیا میں ظاہر کی کہ آپ کے دشمنوں کو بھی اقرار کرنا پڑا کہ (۱۳۰۰) سال میں اس کی نظیر نہیں۔ آپ کی تعلیم سے آپ کے ماننے والوں پر یہ اثر ہوا کہ ان کی زندگیاں ہی بدل گئیں۔ ماننے سے پیشتر جو لوگ بالکل بے دین تھے۔ وہ پکے دیندار ہو گئے۔ اور جو لوگ دن رات دنیوی کاموں میں مبتلا تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی دینی خدمت کے لئے وقف کر دی اور اس ربانی مصلح نے اپنے ماننے والوں میں ایسی روح پھونک دی کہ وہ دن رات تبلیغ اسلام کے کام میں مصروف ہو گئے۔ مختصر یہ کہ ربانی مصلح کا جو کام تھا۔ وہ آپ نے بخوبی ادا کر دیا ؛

دعویٰ مسیح۔ مہدی۔ و نبی اللہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ کی عظیم الشان دینی خدمات دیکھ کر بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ ہم مرزا صاحب کو اس صدی کا مجدد ماننے کے لئے تیار ہیں مگر آپ کا مسیح۔ مہدی۔ اور نبی کا دعویٰ نہیں مان سکتے۔ لیکن وہ اتنا نہیں خیال کرتے کہ صدی کے شروع میں مبعوث ہونے والا ربانی مصلح کس طرح غلط دعویٰ کر سکتا ہے ؟ اگر آپ کا یہ دعوے صحیح نہیں تو پھر آپ خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث شدہ مجدد بھی نہیں۔ پھر بتلاؤ اس صدی کا سچا مجدد کہاں ہے۔ ہم نے تو اس کے متعلق دس ہزار روپیہ کے انعام کے ساتھ ایک چیلنج بھی مختلف زبانوں میں شائع کیا۔ مگر کسی شخص نے اس صدی میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہونیوالا مجدد یا ربانی مصلح پیش نہیں کیا۔ گو نصف صدی ختم ہو گئی اور نہ آئندہ کوئی شخص یہ دعویٰ کر سکتا ہے کیونکہ صدی کے شروع کی شرط ختم ہو چکی پس حضرت مرزا صاحب ہی سچے ربانی مصلح ہیں ؛

اس چودھویں صدی کے مجدد کے لئے مسیح موعود کا خطاب اس لئے مقدر تھا۔ کہ اس کے ذمہ مسیحیت کے غلط عقاید کی تردید کرنی تھی۔ مگر لوگوں کا خیال ہے یہ کام بنی اسرائیل کے نبی حضرت عیسیٰ آسمان سے آکر کریں گے۔ حالانکہ نہ قرآن شریف میں نہ کسی صحیح حدیث میں آسمان سے آنے کا ذکر ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو فوت ہو چکے اور ان کی وفات قرآن شریف کی تیس آیات سے ثابت ہے

اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے ان کو وفات شدہ انبیاء کے گروہ میں دیکھا۔ پھر یہ بھی ثابت ہے کہ جو وفات پاتا ہے وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آتا۔ اصل بات یہ ہے کہ مسیح موعود دو ہیں ایک بنی اسرائیل کے مسیح موعود اور ایک اسلام کے مسیح موعود۔ اور ان کے دو حلیہ بھی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الگ الگ بتلائے ہیں۔ اور یہ بھی صاف فرما دیا ہے۔ کہ آنے والا اسلام کا مسیح موعود مسلمانوں میں سے ظاہر ہوگا۔ اور وہی مسلمانوں کا امام ہوگا۔ (صحیح بخاری) یہ سب باتیں اس زمانہ کے ربانی مصلح پر صادق آتی ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی و رسول ہیں

خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا۔ ہم اس وقت تک دنیا کو عالمگیر عذاب میں مبتلا نہیں کرتے۔ جب تک کسی رسول کو مبعوث نہ کریں ::

خدا تعالیٰ کی یہ ایک قدیم سنت ہے کہ جب لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں اور ہر قسم کے فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں تو خدا تعالیٰ کی رحمانیت جوش میں آتی ہے اور وہ رسول کو مبعوث فرماتا ہے مگر لوگوں کی اس وقت ایسی حالت ہوتی ہے کہ وہ اپنی نادانی سے خدا تعالیٰ کے اس رسول کو جھوٹا یا دیوانہ یا گمراہ سمجھتے ہیں۔ درحقیقت لوگوں کی جب ایسی حالت ہوتی ہے تب ہی خدا کے رسول کی ضرورت ہوتی ہے ::

اسی لئے جب کبھی خدا تعالیٰ کی طرف سے نبی کا ظہور ہوا تو لوگوں نے اس کا انکار کیا۔ اس کی مخالفت کی اور ہر طرح سے اس کو ایذا پہنچانے میں ہی اپنی سعادت سمجھی۔ خدا کا رسول سب کچھ برداشت کرتا ہے اور جو حق لے کر آتا ہے اس کی اشاعت میں دن رات مصروف رہتا ہے سعید فطرت لوگ رفتہ رفتہ مانتے چلے جاتے ہیں اور مخالف شرارت اور ضلالت میں بڑھتے جاتے ہیں تب خدا تعالیٰ عذاب نازل کرنا شروع کرتا ہے تا لوگوں کے دل نرم ہوں اور وہ راہِ راست پر آجائیں۔ اسی سنت کے مطابق اس زمانہ میں عالمگیر عذاب آئے۔ جیسے جنگ عظیم۔ زلزلے۔ طغیانیاں۔ قحط۔ طاعون۔ انفلوائنزا وغیرہ۔ پھر سیاسی و قومی فسادات۔ جن سے تمام دنیا کی تجارت و کاروبار تباہ ہو رہا ہے کروڑہا روپیہ کا نقصان ہوتا چلا جا رہا ہے لاکھوں لوگ بے روزگار ہو رہے ہیں اور آئندہ نہ معلوم کیا کیا ہونے والا ہے اب سوال ہوتا ہے کہ عذابوں سے پیشتر خدا تعالیٰ کی طرف سے جو رسول مبعوث ہونا چاہیئے تھا وہ کہاں ہے؟ اس کا صحیح اور تسلی بخش جواب صرف وہی شخص دے سکتا ہے۔ جس نے آنے والے رسول کو مانا ہو اور سوائے احمدی کے اور کوئی نہیں ہو سکتا ::

سچے اور جھوٹے نبی میں امتیاز

قرآن شریف کی بہت سی آیتوں سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔ مگر مضمون طویل ہو جائے گا اس لئے اس پر ہی بس کرتا ہوں

یہ خوب یاد رکھنا چاہیئے کسی شخص کا نبی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرنا اور تا وفات اس پر قائم رہ کر کامیاب ہو جانا ہرگز ممکن نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس کے متعلق اپنا قانون توراۃ۔ انجیل۔ قرآن شریف میں یہ ظاہر کر دیا ہے کہ ایسے شخص کا وہ خود دشمن ہو جاتا ہے اور اس نے یہ اپنے ذمہ لیا ہے کہ ایسے شخص کو ہلاک کرے اور اس کے سلسلہ کو تباہ کر دے۔ اس کے خلاف سچے نبی اور اس کے سلسلہ کا خدا تعالیٰ خود محافظ ہوتا ہے اسی لئے سچے نبی کا سلسلہ دنیا میں روز بروز ترقی کرتا ہے خواہ ساری دنیا کے لوگ اس کی مخالفت کریں۔ اور اس کے سلسلے کو تباہ برباد کرنا چاہیں۔ سچے اور جھوٹے نبی کے درمیان امتیاز کرنے کا یہ نہایت صاف نشان ہے ::

اس کے علاوہ ایک اور عظیم الشان نشان سچے نبی کی صداقت کا یہ ہے۔ کہ وہ جو چیلنج دیتا ہے اس کے قبول کرنے سے ساری دنیا عاجز رہ جاتی ہے دیکھو ہمارے سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صداقت ظاہر کرنے کے لئے یہ اعلان کیا کہ اگر میری صداقت میں شک ہے تو خدا تعالیٰ نے مجھ پر جو کتاب نازل کی ہے اس کی مثل لاؤ یا کم از کم ایک سورہ ہی بنا لاؤ اور اس کام کے لئے انس و جن اکٹھے مل کر کوشش کرو۔ مگر کسی نے جرأت نہ کی ::

اسی طرح خدا تعالیٰ نے اس زمانہ کے نبی کی صداقت ظاہر کرنے کے لئے عظیم الشان نشان ظاہر کیا۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے اس قدر عربی کا علم دیا۔ کہ ساری دنیا اس کے مقابلہ سے قاصر رہ گئی۔ آپ نے دنیا کو چیلنج دیا کہ اگر میری صداقت میں شک ہے۔ تو خدا تعالیٰ کی کتاب قرآن شریف کی تفسیر عربی زبان میں لکھنے کا مقابلہ کرو دنیا کے تمام عالم و فاضل اکٹھے ہو کر کوشش کرو۔ مگر کسی نے جرأت نہ کی ::

دیکھو درخت اپنے پھل سے شناخت کیا جاتا ہے۔ اس زمانے کا نبی اب ہم میں موجود نہیں مگر اس کا خلیفہ موجود ہے اور وہ بھی دنیا کو یہی چیلنج دے رہا ہے کہ آؤ میرے ساتھ قرآن شریف کی تفسیر لکھنے کا مقابلہ کرو۔ پھر دیکھو خدا تعالیٰ کس کی تائید کرتا ہے یہ چیلنج کئی بار دوہرایا جا چکا ہے مگر کسی کو مقابلہ پر آنے کی جرأت نہیں۔ کیا کوئی جھوٹا نبی یا اس کا خلیفہ دنیا کو ایسا چیلنج دے سکتا ہے کیا دنیا کی تاریخ میں کوئی ایسی نظیر پیش کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ جھوٹے شخص کو ایسے معجزانہ امور سے تعلق ہی کیا۔

سچے نبی کا ایک اور نشان

ہر سچے نبی کا یہ نشان ہوتا ہے کہ وہ اعلان کرتا ہے میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث کیا گیا ہوں۔ اور میرا تعلق خدا تعالیٰ کے ساتھ بہت گہرا ہے۔ مجھ پر رویائے صادقہ۔ کشوف۔ الہام الٰہی کا فضل دن رات جاری ہے۔ مجھ پر ایمان لے آؤ۔ میری تعلیم پر عمل کرو۔ تو تمہارا بھی تعلق خدا تعالیٰ کے ساتھ ایسا ہی ہو جائے گا۔ کہ تم پر بھی وہی فضل کا سلسلہ جاری ہوگا جو مجھ پر ہو رہا ہے۔

پھر اس کے ماننے والوں میں سے ہزارہا لوگوں پر یہ فضل جاری ہو جائے اور اگر ان سے اس کی شہادت طلب کی جائے۔ تو فوراً حلفاً ایسی شہادت دینے کے لئے تیار ہو جائیں تو کیا پھر بھی اس نبی کی صداقت میں کچھ شک ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں دنیوی مقدمات کے لئے دو گواہوں کی شہادت کافی ہوتی ہے مگر یہاں تو ہزارہا گواہ موجود ہیں۔ کیا اس سے بڑھ کر اور کوئی ثبوت ہو سکتا ہے؟

سچے اور جھوٹے نبی کے امتیاز کے لئے خدا تعالیٰ نے کیسے صاف اور کھلے نشانات ظاہر کئے ہیں مگر افسوس کہ خدا تعالیٰ کے سچے نبی اور اس کے سلسلہ کی مخالفت نے منکروں کا ایسا حال کر دیا ہے کہ وہ آنکھ رکھتے ہوئے دیکھ نہیں سکتے۔ کان رکھتے ہوئے سن نہیں سکتے دل و دماغ رکھتے ہوئے سمجھ نہیں سکتے ::

خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث شدہ نبی یا رسول یا ربانی مصلح کی مخالفت کوئی معمولی بات نہیں۔ بلکہ خود خدا تعالیٰ کے ساتھ ایک جنگ ہے۔ جس طرح کوئی بادشاہ اپنے ملک میں کوئی حاکم مقرر کرتا ہے۔ تو رعایا کا یہ فرض ہے کہ اس کی اطاعت کرے۔ نہ کہ اس کو جھوٹا خیال کر کے مخالفت شروع کر دے۔ اگر ایسا کسی نے کیا تو وہ باغی قرار پائے گا۔ اور اس کو سخت سزا دی جائے گی اگر وہ شخص جھوٹا ہے تو وہ بادشاہ کا کام ہے کہ اس کو گرفتار کراوے۔ سزا دے نہ کہ رعایا کا ::

جب خدا تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق مقررہ وقت پر ایک ربانی مصلح مبعوث فرمایا اور اپنی سنت کے مطابق اس کی صداقت کے لئے تمام وہ نشانات ظاہر کئے جو ایک سچے نبی یا رسول کی شناخت کے لئے ضروری ہیں اور اس کی طویل زندگی میں ہر طرح اس کا محافظ و ناصر رہا اور اس کے بعد بھی اس کے خلفاء کے ذریعہ اس کے سلسلہ کو دن رات ترقی دے رہا ہے تو چاہیئے کہ ہر ایک شخص اس کو سچا ربانی مصلح مان کر اس کی تعلیم کے مطابق عمل کر کے خدا تعالیٰ کا محبوب بنے ورنہ اس نے پہلے ہی اس کے ذریعہ یہ اعلان کروا دیا ہے کہ "جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا۔ اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔"

(اشتہار معیار الاخیار ۲۵) ::

میں اپنا مضمون ختم کرنے سے قبل دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس زمانے کے لوگوں کے حال پر رحم فرمائے اور جو عظیم الشان نعمت اس کی طرف سے نازل ہوئی ہے اس کی حقیقت اور بھی صاف طور سے ان پر کھول دے تا یہ بھی اس نعمت سے مستفیض ہو کر ہمارے ساتھ اسلام کی حقانیت دنیا پر ثابت کرنے کے کام میں ہمارا ہاتھ بٹا دیں۔ اسی طرح ساری دنیا اسلام کی روشنی سے جلد منور ہو جائے اور تمام جہان میں امن قائم ہو جائے ::

بادۂ عرفان کے چند قطرات

خوگرِ بیداد تھا عرصہ سے یہ چرخِ کہن۔
زخمِ دل کرتی تھی تازہ بادِ مہرگانِ چمن۔

فرقتِ گل میں تڑپتی عندلیبِ زار تھی۔
قمریاں تھیں محوِ نالہ۔ دیکھکر اجڑا سا بن۔

بادِ صرصر کا چلا جھونکا تو سب کچھ مٹ گیا۔
کچھ نظر آتا نہ تھا۔ کس جا کِھلی تھی ۔ یاسمن۔

دامِ تزویر و دغا پھیلا ہوا تھا چارسُو۔
تاک میں صیاد تھا ظلمت بھی تھی سایہ فگن۔

اِسقدر اعدائے ملّت نے کئے ظلم و جفا۔
شکوۂ بیداد تھا کرتا۔ ہر اک عضوِ بدن۔

بحرِ ہستی میں تلاطم خیز تھا طوفانِ نوح۔
پھر غضب۔ چرخِ کہن بھی کم نہ تھا کچھ پُرفتن

ڈگمگاتی تھی لبِ ساحل سے کوسوں دُور وہ۔
کشتیٔ اسلام ۔ جو تھی مرکبِ شاہِ زمن۔

کِس قدر عبرت فزا ہیں۔ دھر کی نیرنگیاں۔
رونقِ بستاں لٹی جاتی رہی۔ بزمِ چمن

خونِ ناحق سے ہُوا رنگین جب دستِ قضا۔
آگیا غیرت میں جوشِ موسوی باطل شکن۔

تابشِ انوار نے روشن کیا۔ ظلمت کدہ
مادرِ گیتی سے وہ پیدا ہُوا۔ لعلِ یمن۔

سرزمینِ ہند میں اُترا وہ محبوبِ خُدا۔
عرش سے آیا مدد کو جس کی ربِّ ذوالمنن

نکہتِ انفاس جب سُونگھی مشامِ رُوح نے۔
دل سے یہ اٹھّی صدا۔ ایسی کہاں مشکِ ختن

باغِ عالم میں مسیحا رُونما تو ہوگیا۔
خوش ہو۔ اے مُرغِ قفس تجھکو نہیں کچھ بھی کٹھن

کس لیئے بادِ صبا پھرتی ہے۔ اِترائی ہُوئی۔
کیا خبر اُس کو بھی پہنچی؟ آگیا گُل پیرہن

نغمۂ "جاء المسیح" گاتی ہیں اب سب بُلبلیں۔
اہلِ دل کہتے ہیں۔ دیکھو! آگیا شاہِ زمن

شکر للہ ظلمتِ عصیاں مٹی ہے۔ دہر سے۔
شکرِ للہ بے نوا کو مل گیا دُرِّ عدن

ساقیٔ مدہوش ہے وہ تسنیم و کوثر پر کھڑا۔
جامِ صہبا پی رہے ہیں اس سے سب اہلِ وطن

آج پھر "قُم" کی صدا آنے لگی ہے کان میں
آج پھر زندہ ہُوا۔ پہنے ہوئے تھا جو کفن

سامنا جس نے کیا۔ ابتر ہوا وہ دہر سے
کٹ گئے اس کی دُعا سے سینکڑوں ہی پیلتن

فتح و نصرت کا نشان کیا ہے۔ یہ ہر سُو عیاں۔
ہوگئے حلقہ بگوشِ میرزا اربابِ فن۔

اے مریضانِ جہاں مژدہ کہ آیا وہ مسیح
جسکے دم سے دُور ہوجائینگی سب امراضِ تن۔

دردِ دل کافور ہوگا۔ دلرُبا کی دید سے۔
عارضِ تاباں کو دیکھو! کرسکو جتنا جتن

خاکِ پائے میرزا بننے میں ہے رازِ حیات۔
چھوڑ دو اب قصّۂ منصور و قیس و کوہکن

سایۂ تلوار میں پیماں شکن بنتا نہ تم۔
دستِ قاتل جب اٹھے آئے نہ ماتھے پر شکن

جوشِ وحشت سے گریباں چاک کردو اُس گھڑی
نعرۂ تکبیر کہکر چُوم لو! دار و رسن۔

رازِ ہستی ہے نہاں جامِ فنا میں ہمنشیں
پی لے اِس کو۔ گر تجھے حاصل ہیں انوارِ یقیں

([illegible])

آمدِ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام

نگارے آمد از بیدا۔ زِ رویش نورِ حق پیدا۔ جہانے بر حسن او شیدا

تمنّیٰ کن تماشا کن

بوحدت کن زِ دل غورے ببین حق را بہر دورے۔ بہر دورے بیک طور

تمنّیٰ کن تماشا کن

گہے پشتِ حمار آید۔ گہے اشتر سوار آید۔ گہے توسن بیار آید

تمنّیٰ کن تماشا کن

شعیبے پاک از عیبے کلیمے ماہ در جیبے۔ رسید از مکمن غیبے

تمنّیٰ کن تماشا کن

بیاید عیسیٰ از گردوں۔ برست از بطن نونی ذو النون چو یوسف رخ شد بیرون

تمنّیٰ کن تماشا کن

زمیں پُر عدل و احساں شد ادریس انساں۔ تجلّی کرد اسنیاں

تمنّیٰ کن تماشا کن

بارضِ قادیاں آمد۔ مسیح از آسماں آمد۔ بہ تن روحِ روان آمد

تمنّیٰ کن تماشا کن

وے نقاش مفہوم است۔ ز نورِ شمس محروم است۔ ز شاہِ احمد قدرِ معلوم است

تمنّیٰ کن تماشا کن

عیاں معنیٔ قرآں شد خزاں دین گلستاں شد۔ بہیر روحِ حیواں شد

تمنّیٰ کن تماشا کن

چو صبح جاں تنفس زد دمِ از روحِ تقدس زد۔ بر آفاق و بر انفس زد

تمنّیٰ کن تماشا کن

ز او اسلام شد زندہ۔ جمالِ دوست تابندہ۔ عدو محروم و شرمندہ

تمنّیٰ کن تماشا کن

(مرسلہ اکمل۔ قادیان)

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

—— کانپور میں مسلمانوں کی سخت خونریزی کرنے کے بعد اب خبر آئی ہے۔ کہ ہندو سورموں نے اناؤ میں ۱۹ مسلمانوں کو قتل کرکے لاشیں دریا میں بہادی ہیں۔ اس کی تفصیلات ابھی موصول نہیں ہوئیں۔ فتحپور میں لوگ شہر چھوڑ رہے ہیں۔ دھن آباد سے بھی ہندوؤں کی بابہ نوازی کے باعث فساد کی خبر آئی ہے۔ جس میں تین آدمی زخمی ہوئے۔ معلوم ہوتا ہے۔ یوپی کے دس فیصدی مسلمانوں کو وہاں کی ہندو اکثریت نے بالکل ملیامیٹ کر دینے کا تہیہ کرلیا ہے ؛

—— مدراس کے ایک علاقہ میں ہندوؤں کے ایک مذہبی جلوس کے موقعہ پر ان میں اور پولیس میں فساد ہوگیا۔ ہندوؤں نے ایک پولیس افسر کو قتل کردیا۔ ایک سب مجسٹریٹ بھی غائب ہے۔ پولیس کے فائر سے تین یا چار ہندو ہلاک ہوئے۔ ہندوؤں کی سینہ زوریاں ہندوستان کی تباہی کے سامان پیدا کر رہی ہیں ؛

—— ۳۱ مارچ کو کانگریس نے متفقہ طور پر پاس کیا۔ کہ اگر اس کی طرف سے کوئی دستور اساسی منظور کیا جائیگا۔ تو اس میں کسی مذہب کو قبول کرنے کی آزادی بشرطیکہ امن عامہ کے منافی نہ ہو تقریر و تحریر کی آزادی سڑکوں۔ کنوؤں وغیرہ کے تمام استعمال کی آزادی مذہب میں غیر جانبداری ضرور داخل ہوگی صناعوں اور کاریگروں کو معقول اجرتیں دی جائیں گی۔ مالیہ اراضی اور کرایوں میں تخفیف کی جائے گی۔ فوجی خرچ کم از کم نصف کردیا جائے گا۔ اور کسی سرکاری ملازم کو پانسو سے زیادہ تنخواہ نہ دی جائیگی۔ ان باتوں کی اصل حقیقت تو اس وقت معلوم ہوگی۔ جب ان کو عمل میں لانے کا وقت آئے گا لیکن مذہب قبول کرنے کی آزادی کے ساتھ امن عامہ کے منافی نہ ہونے کی شرط لگانا صاف ظاہر کرتا ہے۔ کہ جہاں کسی ہندو کے مذہب تبدیل کرنے کا سوال ہوگا۔ ہندو اکثریت میں ہونے کی وجہ سے شور و شر ڈال کر امن عامہ کے خلاف قرار دے دیں گے۔ لیکن خود کمزور اور قلیل التعداد لوگوں کو ہڑپ کرتے رہیں گے ؛

—— ۳۰ مارچ کو فسادات کانپور پر بحث کے لئے اسمبلی میں التوائے اجلاس کی تحریک پیش کی گئی حسب معمول بھائی پرمانند نے مخالفت کی۔ مگر تحریک منظور ہوگئی ؛

—— یوپی کے اخبارات لکھتے ہیں۔ کانپور میں قریباً دو سو آدمی قتل اور چھ سو زخمی ہوگئے ہیں۔ جن میں زیادہ تعداد مسلمانوں کی ہے۔ ہندوؤں نے ایک مسلم اسلحہ فروش کی دوکان لوٹ کر انہی ہتھیاروں سے مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ ان کے مکانات کو باہر سے تالے لگا کر اور تیل چھڑک کر آگ لگا دیتے رہے لاشوں کی عفونت سے شہر میں وبا پھیلنے کا اندیشہ ظاہر کیا جارہا ہے ؛

—— کراچی کانگریس کے اجلاس میں صوبہ سرحد کو کامل ذمہ دار حکومت دینے کے حق میں قرارداد منظور کی گئی ہے ؛

۹ مارچ کو دہلی میں اسمبلی اور کونسل آف سٹیٹ کا مشترکہ اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں اتفاق رائے سے اس خواہش کا اظہار کیا گیا۔ کہ جنوبی افریقہ میں ہندوستانیوں کے حقوق کے متعلق باعزت سمجھوتہ کرانے کے لئے برطانیہ حکومت کی امداد کرے ؛

—— معلوم ہوا ہے۔ گول میز کانفرنس میں شامل ہونے والے کانگریس ڈیلیگیشن میں مسلمانوں کی طرف سے ڈاکٹر انصاری مفتی کفایت اللہ اور خان عبد الغفار خاں ہوں گے۔ اگر یہ خبر صحیح ہے تو ہمیں افسوس ہے۔ کہ مولوی ظفر علی کو محروم رکھا گیا۔ حالانکہ انہیں نمائندہ بنائے جانے کے متعلق لاہور کے ایک جلسہ کی طرف سے مطالبہ بھی کیا گیا تھا ؛

—— کانگریس کا آئندہ اجلاس جنوبی ہند کے ایک صوبہ اٹکل میں ہوگا۔ شہر کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔ نیز آئندہ سال کے لئے پنڈت جواہر لال۔ ڈاکٹر محمود اور مسٹر چھا مدراس سیکرٹری مقرر ہوئے ہیں۔ گذشتہ سال صرف ڈاکٹر محمود ہی تھے۔

—— معلوم ہوا ہے گول میز کانفرنس میں شامل ہونے والے ڈیلیگیشن کے اخراجات خود کانگریس برداشت کرے گی اور حکومت سے نہیں لے گی ؛

—— ۳۱ مارچ کو کانگریس کے اجلاس میں پنڈت جواہر لال نے سرحد میں برطانوی پیش قدمی کی مذمت کا ریزولیوشن پیش کیا۔ جو کثرت رائے سے پاس ہوگیا ؛

—— کہا جاتا ہے۔ کہ دہلی کے مضافات میں رات کے دو بجے بچاس کے قریب انقلاب پسند بنگالی سادھوؤں کے بھیس میں گذر رہے تھے۔ جن کے ساتھ گدھوں پر کچھ سامان بھی تھا۔ کہ پولیس سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ صرف تین گرفتار ہوئے۔ اور باقی بھاگ گئے۔ پولیس کو چار بم اور درجنوں پستول وہاں سے ملے نیز بھگت سنگھ کے خون کا بدلہ کے عنوان سے پوسٹر بھی ملے۔

—— امرتسر میں ۳۱ مارچ کو دیواروں پر چسپاں شدہ اشتہار پائے گئے۔ جن میں نوجوانوں کو تحریک کی گئی تھی۔ کہ بھگت سنگھ کی آخری خواہش کو پورا کریں ؛

—— ۱۳ مارچ کے اجلاس اسمبلی میں گندم کی درآمد پر محصول لگانے کا مسودہ قانون منظور ہوگیا ہے جس کی رو سے گندم اور گندم کے آٹے کی درآمد پر دو روپے فی ہنڈرڈ ویٹ کے حساب سے محصول لگایا جائے گا ؛

—— کراچی میں کانگریس کے ساتھ آل انڈیا ہندو کانفرنس کا اجلاس ہوتا رہا جس میں صدر نے اپنی صدارتی تقریر میں علیحدگی سندھ کی مخالفت کی ؛

—— میرٹھ ۳۰ مارچ شہر کی لال مسجد میں چند مسلمانوں کی امام مسجد اور اس کے بھائی سے لڑائی ہوئی دو اشخاص ہلاک اور دو مجروح ہوگئے۔ بیان کیا جاتا ہے امام مسجد اور اس کا بھائی دونوں اس واقعہ کے بعد مفقود الخبر ہیں ؛

—— نئی دہلی ۳۰ مارچ۔ ایک اطلاع موصول ہوئی ہے کہ قانون حق رائے دہندگی برمانے باشندگان ریاست ہائے کو نیز فیڈرل میں ترمیم کردی گئی ہے تاکہ جن ہندوستانی باشندوں کو ریاستی مجلس قانون ساز میں رائے دہندگی کا حق حاصل نہیں ہے وہ اس حق سے فائدہ اٹھا سکیں ؛

—— فیروزپور۔ یکم اپریل۔ ایک آنریری مجسٹریٹ نے ایک گاؤں موضع جھبیہ کے نزدیک ۴ ڈاکوؤں کے ایک جتھہ کو گھیر لیا۔ فریقین کی باقاعدہ جنگ ہوئی جس میں ۲ ہلاک ایک زخمی اور ایک پکڑا گیا ؛

—— کلکتہ ۳۱ مارچ۔ کرشن نگر سے اطلاع ملی ہے کہ وہاں کل رات ایک بم پھٹ گیا۔ معلوم ہوا ہے کہ کسی قسم کا نقصان نہیں ہوا پولیس نے ایک مسلم نوجوان مسٹر محمد المتین کو گرفتار کرلیا ہے۔ یہ حادثہ پولیٹیکل بیان کیا جاتا ہے ؛

—— کراچی یکم اپریل۔ آج آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے اجلاس میں اگلے سال کے لئے ورکنگ کمیٹی کا انتخاب کیا گیا۔ سارا انتخاب خود گاندھی جی نے کیا۔ سردار پٹیل صدر اور مندرجہ ذیل لیڈران کی کیبنٹ کے ممبر تجویز ہوئے۔ پنڈت جواہر لال۔ ڈاکٹر محمود۔ گاندھی جی۔ سیٹھ جمنالال بجاج۔ مسٹر جے رام داس دولت رام۔ مسٹر ایم۔ ایس اینے۔ شریمتی سروجنی نیڈو۔ ڈاکٹر محمد عالم۔ بابو راجندر پرشاد سردار سردل سنگھ کویشر۔ ڈاکٹر انصاری۔ مولانا ابوالکلام آزاد۔ مسٹر جے۔ ایم سین گپتا اور کے۔ ایف ناریمان ؛

—— لنڈن ۳۰ مارچ ہندوستان کے آئندہ وائسرائے لارڈ ولنگڈن بادشاہ جارج پنجم کے ساتھ الوداعی جلسے میں شریک ہوئے اس کے بعد لارڈ اور لیڈی ولنگڈن نے شاہ جارج ملکہ میری کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔ لارڈ اور لیڈی ولنگڈن ۲ اپریل کو وکٹوریہ سٹیشن لنڈن سے ہندوستان کو روانہ ہو جائیں گے ؛

—— پانامہ شہر ۱۳ مارچ۔ ایک خوفناک زلزلہ سے نکاراگوا میں ماناگوا شہر بالکل تباہ ہوگیا ہے۔ اور جو چند مکان بچ گئے ہیں ان کو آگ لگ گئی ہے ؛

—— نیویارک کا یکم اپریل کا تار مظہر ہے۔ کہ تازہ ترین اندازہ کے مطابق ماناگوا میں ایک ہزار کے قریب اموات ہوئی ہیں۔ اور کئی ہزار اشخاص جن میں عورتوں اور بچوں کی بہت بڑی تعداد شامل ہے زخمی ہوئے ہیں۔ تمام سرکاری دفاتر تباہ ہوگئے ہیں۔ بہت سے بنک اور کاروباری فرمیں بھی آگ کی نذر ہوگئی ہیں ؛

(عبد الرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا)